قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 23/ اگست 2022ء | 25/ محرم 1444 ہجری قمری | 23/ ظہور 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:177

ارشادِ باری تعالیٰ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ

(آل عمران:32)

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

فرمانِ رسولؐ

آنحضورؐ یوں دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلَیۡھِمۡ بِسَبۡعٍ کَسَبۡعِ یُوۡسُفَ

(بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الدخان باب ربنا اکشف عنا العذاب... حدیث نمبر 4822)

اے اللہ! میری مشرکین کے مقابلے پر اس طرح سات سالوں کے ذریعہ سے مدد فرما جس طرح تو نے یوسف کی سات سالوں کے ذریعہ سے مدد فرمائی تھی۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

مشرکین مکہ کو ایک شدید قحط نے آگھیرا یہاں تک کہ ہر چیز کو اس نے ملیامیٹ کر دیا، یہاں تک کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار کھایا اور زمین سے دھوئیں کی مانند چیز نکلنے لگی۔ ابوسفیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم تو ہلاک ہوگئی ہے، اللہ سے دعا کریں وہ ان سے اس عذاب کو دور کر دے۔ آپؐ نے دعا کی اور فرمایا تم پھر اس کے بعد سرکشی کرنے لگ جاؤ گے۔ دعا تو میرے سے کروا رہے ہو لیکن دوبارہ وہی حرکتیں کرو گے۔ مسلمانوں کے ساتھ کفار نے جو ظلم کیا اس پر جب اللہ تعالیٰ سے مدمانگی اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا عذاب قحط سالی کی صورت میں نازل ہوا تو پھر بنی نوع کی ہمدردی کی جو تڑپ آپؐ کے دل میں تھی اس کے تقاضے کے تحت دشمن کے حق میں دعا کی کہ عذاب دور ہو جائے۔ لیکن ساتھ یہ بھی فرما دیا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مجھے علم ہے کہ تم بھی جس طرح پہلے کرتے رہے تھے یہ عذاب دور ہونے کے باوجود بعد میں وہی حرکتیں کرو گے، لیکن پھر بھی میں تمہاری تکلیف کی وجہ سے تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ دشمن کو بھی آپ کی دعاؤں پر یقین تھا لیکن اناؤں اور ضد کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب عذاب دور کر دیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح نبیوں کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر ایک روایت میں آتا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدمبارک میں ایک دفعہ سخت قحط پڑ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک بدو کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مال مویشی خشک سالی سے ہلاک ہو گئے، پس اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں آسمان پر ایک بھی بادل کا ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا، لیکن خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آپؐ نے ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل پہاڑوں کی مانند امڈ آئے، ابھی آپؐ منبر سے بھی نہیں اترے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر بارش کے قطرات دیکھے، پھر لگاتار اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی...

(خطبہ جمعہ 18 اگست 2006ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

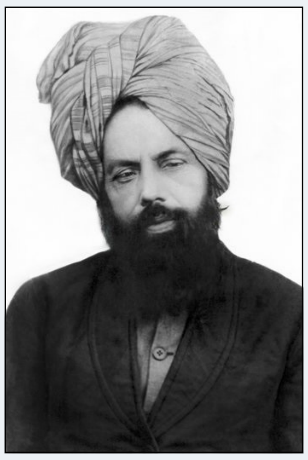

- میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

- جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459)

- قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف وگزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اُس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ تب خدا جو اُس کے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلّی کے ساتھ اُس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اُترتا ہے اور اُس کے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65)

اس شمارہ میں

- پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار (منظوم)
- قرآنی انبیاء
- حیاتِ نورالدینؓ
- خلافت اور ہمارا عہد بیعت
- خطوط طاہرؒ اور اسیرانِ راہ مولا

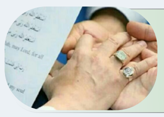

دربارِ خلافت

انسان کو ہر وقت اپنے قویٰ سے کام لینا چاہئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر آپ فرماتے ہیں کہ انسان کو ہر وقت اپنے قویٰ سے کام لینا چاہئے۔فرمایا کہ: ’’غرض یہ قویٰ جو انسان کو دئے گئے ہیں اگر وہ ان سے کام لے تو یقیناً ولی ہوسکتا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’میں یقینا کہتا ہوں کہ اس امت میں بڑی قوّت کے لوگ آتے ہیں جو نور اور صدق اور صفا سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے کوئی شخص اپنے آپ کو ان قُویٰ سے محروم نہ سمجھے۔کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی فہرست شائع کر دی ہے جس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمیں ان برکات سے حصہ نہیں ملے گا‘‘۔یعنی فلاں لوگوں کو ملنا ہے اور ہمیں نہیں مل سکتا، ایسی کوئی فہرست نہیں ہے۔فرمایا: ’’خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے۔ اس کی کریمی کا بڑا گہرا سمندر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور جس کو تلاش کرنے والا اور طلب کرنے والا کبھی بھی محروم نہیں رہا۔ اس لئے تم کو چاہیے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو اور اس کے فضل کو طلب کرو۔ ہر ایک نماز میں دعا کے لئے کئی ایک مواقع ہیں۔ رکوع، قیام، قعدہ، سجدہ وغیرہ۔ پھر آٹھ پہروں میں پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ فجر، ظہر، عصر، شام اور عشاء۔ ان پر ترقی کر کے اشراق اور تہجد کی نمازیں ہیں۔ یہ سب دعا ہی کے لئے مواقع ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 233-234 ایڈیشن 2003ء)

پھر اس بارے میں وضاحت فرماتے ہوئے کہ نماز کی اصل غرض اور مغز دعا ہی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: ’’نماز کی اصلی غرض اور مغز دعا ہی ہے اور دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔مثلاً ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ جب بچہ روتا دھوتا ہے اور اضطراب ظاہر کرتا ہے تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ اُلوہیّت اور عبودیّت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ اور بندے میں اسی قسم کا تعلق ہے۔ ’’جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گر پڑتا ہے اور نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے تو اُلوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔‘‘ رونے اور آہ وزاری کو چاہتا ہے۔ ’’اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 234 ایڈیشن 2003ء)

پھر فرمایا کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید رونے دھونے سے اور دعاؤں سے کچھ نہیں ملتا۔ اور آجکل دہریت نے نوجوانوں میں بھی اور بعض لوگوں میں بھی اس قسم کے خیالات بڑے زورشور سے پیدا کرنے شروع کئے ہیں۔آپ فرماتے ہیں: ’’بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے دھونے سے کچھ نہیں ملتا بالکل غلط اور باطل ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات قدرت و تصرف پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ان میں حقیقی ایمان ہوتا تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ جب کبھی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور آیا ہے اور اس نے سچی توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے‘‘۔ یہ سچی توبہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں، اُن کی پابندی کرنی ہوگی۔ ’’اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس پر اپنا فضل کیا ہے۔ یہ کسی نے بالکل سچ کہا ہے

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ دردنیست وگرنہ طبیب ہست

کہ یہ عاشق کیسا ہے کہ یار نے اُس کے حال کو دیکھا تک نہیں۔ اے دوست! درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب تو حاضر ہے۔تمہارے اندر ہی وہ درد پیدا نہیں ہو رہا ورنہ علاج کے لئے اللہ تعالیٰ تو حاضر ہے۔

فرمایا کہ: ’’خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ۔ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب درعجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لا انتہا فضل وبرکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 234 ایڈیشن 2003ء)

(خطبہ جمعہ 4/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پاک محمدؐ مصطفیٰ نبیوں کا سردار

(کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ)

ہمارے پیارے مقدس نبیؐ کی تعلیم ہم کو قطعی ترکِ دنیا پر مجبور نہیں کرتی۔ اسلام ہم کو خالق ومخلوق ہر دو کے حقوق کی الگ الگ بجا آوری کا حکم دیتا ہے اور دنیا میں رہ کر پھر دنیا سے الگ رہنا سکھاتا ہے۔ یہی مذہب ہے جو فطرت کے مطابق ہے اور ہم کو کبھی بھی فطرت کے خلاف مجبور نہیں کرتا۔ بشر بن کر ہی خدا کو ڈھونڈنا یہی نمونہ بانیؐ اسلام نے دکھایا ہے جس نے سب ناقابل عمل سختیوں سے ہم کو بچالیا۔ نیز مسلمان دنیوی امور سے متعلقہ انعامات سے ہر جائز نفع اٹھانے کے ویسے ہی حقدار ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری قومیں مگر مقصود اصلی کو نہیں ضائع ہونے دیتے۔

جب دنیا میں بیداری والے دین سے غافل سوتے ہیں
جب اس کے پیچھے پڑتے ہیں تو اُس کو بالکل کھوتے ہیں

پر شاہِ دوعالم کے پیرو کونین کے وارث بنتے ہیں
موجود ہے جو، ’’مقصود‘‘ ہے جو، دونوں ہی حاصل ہوتے ہیں

جاری سب کاروبارِ جہاں، پر دل میں خیالِ یار نہاں
دن کاموں میں کٹ جاتا ہے، راتوں کو اُٹھ کر روتے ہیں

دنیا سے الگ دنیا کے مکیں ملتے ہیں مگر گھلتے یہ نہیں
دنیا تو ان کی ہوتی ہے یہ آپ خدا کے ہوتے ہیں

سامانِ معیشت بھی کرنا پھر جیتے جی اس پر مرنا
حق نفس کا بھی کرتے ہیں ادا، بیج الفت کے بھی بوتے ہیں

خالق مٹی سے گھڑتا ہے، مٹی میں رہنا پڑتا ہے
یہ خاک ہی کرتی پاک بھی ہے، مل مل کے یہیں دل دھوتے ہیں

لاثانی اُسوہ احمد کا، یہ سیدھی راہ دکھاتا ہے
بے دنیا چھوڑے مسلم کو دنیا میں خدا مل جاتا ہے

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
’’پاک محمدؐ مصطفیٰ نبیوں کا سردار‘‘

(درعدن صفحہ 14-19 ایڈیشن 2008ء)

مرزا خلیل احمد۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

قرآنی انبیاء

حضرت یعقوب علیہ السلام

قسط 22

حضرت یعقوب علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ یوسف علیہ السلام آپ کے بیٹے تھے۔ آپ کا ذکر قرآن میں نام کے ساتھ دس سورتوں میں سولہ بار آیا ہے۔

(اطلس القرآن از شوقی ابوخلیل صفحہ 62)

حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کے بارے میں خدائی خوشخبری

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ زیر آیت: وَامۡرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتۡ فَبَشَّرۡنٰہَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ یَعۡقُوۡبَ ﴿۷۲﴾ (ہود:72)۔ فرماتے ہیں:''حضرت ابراہیمؑ کی بیوی سن رہی تھیں انہوں نے یہ بات سنی تو گھبرا گئیں۔ اور ایک قوم کی تباہی پر دل میں درد پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات بہت پسند آئی اور اسحٰقؑ کی خبر کے ساتھ جو پہلے ان نیک لوگوں کے ذریعہ سے بھی مل چکی تھی حضرت یعقوبؑ کی پیدائش کی بھی خبر دی۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ چونکہ بنی نوع انسان پر انہیں رحم آیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں ایک ترقی کرنے والی نسل دے گا۔ خدا تعالیٰ کا رحم کس قدر وسیع ہے۔ وہ عذاب میں گرفتار ہونے والوں سے سچی ہمدردی کو بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

یہاں سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ذبیح کون تھا؟ عیسائی کہتے ہیں کہ اسحاق ذبیح تھا۔ مسلمان کہتے ہیں کہ اسماعیلؑ ذبیح تھا۔ ان کی بحث تو خیر تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر بعض مسلمان بھی غلطی سے حضرت اسحاق کو ذبیح قرار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی غلطی اس آیت سے دور ہو جاتی ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ کے ہاں اولاد بھی ہوگی اور ان کا ایک بیٹا یعقوب مقرب الٰہی ہوگا۔ اور جس کی نسبت پہلے سے یہ بتا دیا گیا ہو کہ وہ زندہ رہے گا بڑا ہو کر شادی کرے گا اور اس کا بیٹا پیدا ہوگا جو مقرب الٰہی ہوگا اس کی نسبت کب یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اسے ذبح کرنے کا حکم ہوا ہو۔ اور پھر اس حکم سے دھوکا بھی لگ گیا ہو۔ اگر حضرت اسحاقؑ کے متعلق ذبیح ہونے کی رؤیا ہوتی تو کیا حضرت ابراہیمؑ دریافت نہ کرتے کہ الٰہی تو نے تو اس کے جوان ہونے اور ایک مقرب بارگاہ بچہ کے باپ ہونے کی خبر دی تھی اب اس کے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیا اس حکم کا مطلب کچھ اور تو نہیں۔ غرض اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی تھے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ یہودیوں کی محرف مبدل کتب سے ڈر کر ہم حضرت اسحاق کو ذبیح قرار دینے کی کوشش کریں۔

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 225)

حضرت یعقوبؑ کا قرآن کریم کی آیات میں ذکر

وَوَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ ؕ کُلًّا ہَدَیۡنَا (الانعام:85)۔ اور ہم نے اس (یعنی ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب دیئے تھے، ہم نے (ان) سب کو ہدایت دی تھی۔

وَیُتِمُّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکَ وَعَلٰۤی اٰلِ یَعۡقُوۡبَ کَمَاۤ اَتَمَّہَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ (یوسف:06)۔ اور تجھ پر اور یعقوب کی تمام (حقیقی) آل پر (اسی طرح) اپنے انعام کو پورا کرے گا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو بزرگوں ابراہیم اور اسحاق پر پورا کیا تھا۔

وَاتَّبَعۡتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیۡۤ اِبۡرٰہِیۡمَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ ؕ مَا کَانَ لَنَاۤ اَنۡ نُّشۡرِکَ بِاللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ ذٰلِکَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ عَلَیۡنَا وَعَلَی النَّاسِ (یوسف:39)۔ اور میں نے اپنے باپ دادوں یعنی ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے طریق کی پیروی اختیار کی ہے۔ ہمیں کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرانے کا حق نہیں ہے یہ (توحید کی تعلیم کا ملنا) ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا (اس کے خاص فضلوں میں سے) ایک فضل ہے۔

وَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ ؕ وَکُلًّا جَعَلۡنَا نَبِیًّا ﴿۵۰﴾ وَوَہَبۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَہُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِیًّا (مریم:50-51)۔ تو ہم نے اسے اسحاق اور (اس کے بعد) یعقوب عطا فرمائے اور ان سب کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں سے ایک (وافر) حصہ عطا فرمایا اور ہم نے ان کے لئے ہمیشہ قائم رہنے والا اعلیٰ درجہ کا ذکر خیر مقرر فرمایا۔

وَوَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَجَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَالۡکِتٰبَ وَاٰتَیۡنٰہُ اَجۡرَہٗ فِی الدُّنۡیَا ۚ وَاِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۲۸﴾ (العنکبوت:28) اور ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب بخشے، اور اُس کی ذریت کے ساتھ نبوت اور کتاب مخصوص کر دی اور ہم نے اس کو دنیا میں بھی اس کا اجر بخشا۔ اور آخرت میں بھی وہ نیک بندوں میں شامل کیا جائے گا۔

وَوَہَبۡنَا لَہٗۤ اِسۡحٰقَ ؕ وَیَعۡقُوۡبَ نَافِلَۃً ؕ وَکُلًّا جَعَلۡنَا صٰلِحِیۡنَ ﴿۷۳﴾ وَجَعَلۡنٰہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ﴿۷۴﴾ (الانبیاء:73-74) اور ہم نے اسے اسحاق بھی بخشا اور یعقوب بھی بطور پوتے کے (دیا) اور ہم نے سب کو نیک بنایا۔ اور ہم نے ان کو (لوگوں کا) امام بنایا۔ وہ ہمارے حکم سے ان کو ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔

سورہ یوسف میں حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ

قرآنی انبیاء کے اس سلسلے کی آٹھویں قسط میں قارئین کرام حضرت یوسف علیہ السلام کے پورے واقعے سے واقف ہو چکے ہیں جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر بار بار آتا ہے یاد دہانی کے لئے بالکل اختصار کے ساتھ کچھ پوائنٹس یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

• یہ گھرانہ کنعان کا ایک معروف گھرانہ تھا۔ یوسف کے والد یعقوب علیہ السلام خدا تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی تھے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہونے کے ناطے نیکی اور تقویٰ آپ کو ورثے میں ملا تھا اور اس ورثے میں سے آپ کے بیٹے یوسف نے بھی حصہ پایا تھا۔ یوسف کی طبیعت اپنے باقی بھائیوں سے بالکل مختلف تھی۔ وہ دنیا دار قسم کے لوگ تھے جب کہ ان کے برعکس یوسف کا رجحان ابتداء سے ہی دینی امور کی طرف تھا۔ نیکی اور تقویٰ کے زیور سے مزین یوسف اپنے بھائیوں سے بہت الگ سے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے تمام بیٹوں میں یوسف سے سب سے زیادہ محبت تھی۔

• ایک رات یوسف نے ایک خواب دیکھا اور آپ نے اپنے والد کے پاس اس خواب کا ذکر کیا اور بتایا کہ رات میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو دیکھا اور سورج اور چاند کو بھی دیکھا کہ وہ سب کے سب میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوب جو پہلے ہی یوسف کی نیکی کے قائل تھے اس خواب کا مطلب فوراً سمجھ گئے۔ آپ کو پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کو خوب ترقیات عطا فرمائے گا یہاں تک کہ بڑے بڑے وجود اس کی اطاعت کریں گے اس لئے انہوں نے یوسف سے کہا بیٹا یہ خواب تو یقیناً بہت اچھا ہے لیکن اپنے بھائیوں کے سامنے اس خواب کا ذکر نہ کرنا۔

• دوسری طرف سوتیلے بھائی اس فکر میں گھلے جا رہے تھے کہ نہ جانے یوسف میں کون سی ایسی بات ہے کہ اباجان اس سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ یہ بھائی اب سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلے کا حل ڈھونڈنے لگے تھے۔ چنانچہ ایک بھائی نے یہ مشورہ دیا کہ اگر تم یوسف کو قتل کر دو تو یہ تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ قتل کا مشورہ تمام بھائیوں نے تسلیم نہ کیا۔ تب ایک بھائی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ یوسف کو قتل کرنا مناسب نہیں ہے۔ اگر تم کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ اسے کسی کنویں میں پھینک دو۔

• ایک روز انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بنا کر ایسا کرنے کا پختہ فیصلہ کر لیا اور اپنے والد سے کہا والد محترم! یوسف ہمارا بھائی ہے! اب ہم نے کل کے لئے ایک پروگرام بنایا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم سب بھائی مل کر سیر کے لئے جائیں۔ یوسف بھی ہمارے ساتھ ہوگا اور مزے سے سیر کرے گا۔ کھیلے گا۔ کھائے پیئے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں کہا مجھے معلوم ہے کہ تم اس کے بھائی ہو لیکن یوسف ابھی چھوٹا ہے۔ تم جنگل میں سیر کے لئے جاؤ گے۔ کھیلو کودو گے۔ ہوسکتا ہے تم یوسف کی حفاظت سے غافل ہو جاؤ اور کوئی درندہ اسے نقصان پہنچا دے۔ انہیں میں سے ایک بولا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری موجودگی میں کوئی درندہ اسے نقصان پہنچا دے۔ ہم اتنے سارے بھائی اس کے ساتھ ہوں گے۔ آپ ہم پر اعتبار کریں۔ حضرت یعقوب نے اجازت دے دی۔ لیکن دیکھو یوسف کا خیال رکھنا۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اگلے روز سیر پر جانے کی تیاری کی۔ چنانچہ جنگل پہنچ کر انہوں نے ایک متروک سا کنواں دیکھا اور یوسف کو اٹھا کر اس میں پھینک دیا۔

• بھائی انہیں کنویں میں پھینک کر شام ڈھلے گھر واپس لوٹے اور روتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ یوسف کو جنگل میں بھیڑیا کھا گیا ہے۔ لیکن اسے بھیڑیا کیسے کھا گیا؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے پوچھا۔ کہا ہم جنگل میں جا کر کھیلنے کودنے میں مصروف

ہو گئے۔ یوسف سے کہا کہ تم یہاں سامان کے پاس بیٹھ جاؤ۔ وہ سامان کے پاس بیٹھا تھا اور ہم دوڑتے ہوئے دور نکل گئے۔ اسی اثناء میں کسی طرف سے ایک بھیڑیا آیا اور یوسف کو کھا گیا۔ یہ دیکھیں اس کی قمیض ہم ساتھ لائے ہیں۔ ایک بھائی نے یوسف کی قمیض نکال کر والد کے سامنے رکھ دی۔ اس قمیص پر آتے ہوئے وہ کسی جانور کا خون لگا کر لے آئے تھے۔ گو ہم جانتے ہیں کہ اگرچہ ہم سچ بھی بول رہے ہوں آپ کو ہماری بات کا یقین ہرگز نہیں آئے گا۔

• حضرت یعقوب علیہ السلام ایک عقل مند اور ذہین انسان تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹوں سے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ یہ باتیں جو تم بیان کر رہے ہو سچ نہیں ہیں بلکہ تمہارے دل میں شیطان نے کوئی بری بات تمہیں اچھی کر کے دکھائی ہے۔ تم نے جو کچھ بھی کیا اللہ تعالیٰ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ پس میں تو اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کا طالب ہوں اور صبر کرتا ہوں۔ کبھی نہ کبھی یہ بات ضرور کھل جائے گی۔ دراصل حضرت یعقوب علیہ السلام خدا تعالیٰ کی بشارتوں اور خوشخبریوں کی بناء پر یہ یقین رکھتے تھے کہ یوسف ان کا بیٹا ضرور ایک عظیم انسان بنے گا۔ خدا تعالیٰ کے مقربین میں بلکہ اس کے انبیاء میں شامل ہو گا۔ اس وجہ سے آپ کو اس کی جدائی کا صدمہ تو تھا لیکن مایوسی بہر حال نہیں تھی۔

• حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ زیر آیت: قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَکُمۡ اَنۡفُسُکُمۡ اَمۡرًا ؕ فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ ؕ وَاللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ (یوسف:19)۔ فرماتے ہیں: قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کی بات کو محض فریب سمجھا بلکہ ان کے بیان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی مدد چاہی اور مدد چاہنا بتاتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ابھی امید تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ ورنہ مستعان کا لفظ کہنا بے فائدہ تھا۔ اس طرح قرآن کریم کا بیان ہی درست ہے اور حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو زندہ ہی سمجھتے تھے۔ طالمود بھی قرآن مجید کے بیان کی تائید کرتی ہے۔ اس میں بھی لکھا ہے کہ یعقوب کو ان کی بات کا یقین نہ آیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔۔۔ پھر آگے لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مختلف تفاول نکالتے رہتے تھے۔ آخر خدا نے انہیں خواب میں بتایا کہ وہ زندہ ہے۔ (جیواش انسائیکلوپیڈیا)۔ اس سے یہ امر یقینا ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کے بیان کو سچا نہیں سمجھتے تھے۔
(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 291-292)

• ایک قافلے نے حضرت یوسف کو کنویں سے نکال لیا اور مصر میں بیچ دیا۔ جہاں ایک گھر میں وہ پلے بڑھے۔ جوان ہونے پر اس گھر کی خاتون نے حضرت یوسف کے ساتھ برائی کرنے کی کوشش کی تو آپ نے منع کر دیا جس کے نتیجے میں حضرت یوسف کو جیل جانا پڑا۔ جیل کے ساتھیوں میں سے دو نے اپنی خوابیں آپ کو سنا کر تعبیر پوچھی تو آپ کی بتائی ہوئی تعبیر اسی طرح پوری ہوئی جس طرح آپ نے بیان کی تھی۔ ایک کو سزا ہوئی اور دوسرا رہا ہوا۔ رہا ہونے والے سے حضرت یوسف نے کہا کہ اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ وہ کچھ دیر بھولا رہا۔ پھر بادشاہ نے ایک خواب دیکھی اور اس خواب کی تعبیر پوچھی تو جیل سے رہا ہونے والے کو حضرت یوسف یاد آئے آپ نے تعبیر بتائی۔ تو شاہ مصر نے آپ کو زمینی خزانوں کا انچارج بنا دیا۔ ملک میں قحط پڑا تو دور دراز سے لوگ اناج لینے حضرت یوسف کے پاس آنے لگے۔ اسی طرح اناج لینے کے لئے آنے والے لوگوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی بھی تھے۔ ان کے علاقے میں بھی شدید قحط پڑا تھا سو وہ اپنی ضرورت کے لئے اناج لینے آئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر پہچان گئے۔ لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔

• انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ کچھ اناج دے دیں۔ آپ نے انہیں اناج دیا اور باتوں باتوں میں ان سے گھر کے افراد کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ہم دس بھائی ہیں اور ایک ہمارا سوتیلا بھائی بنیامین بھی ہے۔ آپ نے ان سے کہا کہ آئندہ جب تم اناج لینے کے لئے آؤ تو اپنے اس چھوٹے بھائی کو بھی ساتھ لیکر آنا۔ تمام بھائیوں نے وعدہ کیا کہ اگلی مرتبہ وہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لیکر آئیں گے۔

گھر واپس پہنچ کر بھائیوں نے تمام ذکر اپنے والد سے کیا اور کہا کہ اگلی مرتبہ ہم بنیامین کو بھی اپنے ساتھ مصر لیکر جائیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا میں کیسے بنیامین کو تمہارے ساتھ بھیج سکتا ہوں جب کہ اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں ایک کوتاہی کر چکے ہو۔ تمہاری غلطی کی وجہ سے یوسف کھو گیا۔ کیا میں اسی طرح اب بنیامین کو بھی کھو دوں۔ انہوں نے جواباً کہا ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھجوا دیں تو ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اگر خدا نے چاہا تو یہ باحفاظت واپس آجائے گا۔ ویسے بھی غلہ لانے کے لئے بنیامین کا جانا ضروری ہے ورنہ وہاں سے اناج ملنے کی امید نہیں ہے۔ ان کی باتوں اور حالات و واقعات کو مدنظر رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو لے جانے کی اجازت دے دی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ زیر آیت: وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَۃٍ ؕ وَمَاۤ اُغۡنِیۡ عَنۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ ۚ وَعَلَیۡہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ﴿۶۸﴾ (یوسف:68)۔ فرماتے ہیں: یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یوسفؑ کے پاس جاتے ہوئے الگ الگ دروازوں سے جانا۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ انہیں الہاماً حالات معلوم ہو گئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ بنیامین کو یوسفؑ سے الگ ملنے کا موقعہ مل جائے تا کہ وہ انہیں گھر کے حالات سے مطلع کر دیں۔ علیہ توکلت کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ میرا اصل یقین خدا کی ذات پر ہے نہ اپنی تدبیر اور اپنے لڑکوں کو جو ہمیشہ اپنی تدابیر پر بھروسہ کرتے تھے۔ سبق دیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے نبی جو عقلاً بھی دنیا سے ممتاز ہوتے ہیں الٰہی نصرت کو ہی اصل چیز تصور کرتے ہیں تو دوسرے کیوں ایسا نہ کریں۔ (تفسیر کبیر جلد 03 صفحہ 338)۔ انہیں چونکہ الہام سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ حاکم جو غلہ دیتا ہے یوسفؑ ہے انہوں نے الگ الگ ملنے کا حکم دیا تا کہ بن یامین یوسفؑ سے علیحدگی میں مل سکیں۔
(تفسیر کبیر جلد 03 صفحہ 339)

• یہ قافلہ مصر کی جانب روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک مرتبہ پھر اناج کا مطالبہ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کو لے کر ایک طرف ہو گئے اور اسے بتایا کہ میں تمہارا گمشدہ بھائی یوسف ہوں۔ اب تم فکر نہ کرو جلد ہی حالات اچھے ہو جائیں گے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اناج کے بورے بھر دیے گئے اور قافلے کے چلنے کی تیاری شروع ہو گئی۔ اس اثناء میں ایک شاہی ہرکارے نے بردران یوسف کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے قافلے والو! تم چور ہو!! تم نے شاہی پیمانہ چرا لیا ہے کیونکہ ہم اسے گم پاتے ہیں۔ یوسف کے بھائیوں کا اصرار تھا کہ انہوں نے شاہی پیمانہ نہیں چرایا جب کہ شاہی کارندوں کا کہنا تھا کہ پیمانہ تمہارے ہی سامان میں ہے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ تلاشی لی جائے اور جس کے پاس سے وہ پیمانہ برآمد ہو اسے یہیں روک لیا جائے۔ ہوا دراصل یہ تھا کہ اناج ناپتے ہوئے غلطی سے وہ پیمانہ بنیامین کے بورے میں رہ گیا تھا اور کسی کو بھی اس کی خبر نہ تھی۔ بہرحال تلاشی ہوئی تو وہ پیمانہ بنیامین کے بورے میں سے نکل آیا اور قانوناً بنیامین کو مصر میں ٹھہرنا پڑ گیا۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ذریعہ تھا بنیامین کو وہاں روکنے کا۔ یوں بنیامین وہیں رک گیا اور باقی بھائی روتے پیٹتے گھر واپس پہنچ گئے۔ اور والد کو بتانا پڑا کہ کیا واقعہ ہوا ہے۔

• حضرت یعقوب علیہ السلام خدا تعالیٰ کی ہر تقدیر پر راضی رہنے والے انسان تھے۔ آپ ان سب سے الگ ہو کر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جھک گئے۔ رو رو کر التجا کی کہ اے اللہ میں یوسف اور بنیامین دونوں کی گمشدگی پر تیرے حضور التجا کرتا ہوں ہمارے دکھوں کے دنوں کو دور کر دے اور ہم پر رحم فرما۔ میرے دونوں گمشدہ بیٹے مجھے عطا کر دے۔ یہ دعائیں کرنے کے بعد آپ دوبارہ اپنے بیٹوں کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ جاؤ بنیامین کی رہائی کے لئے کوشش کرو۔ یقینا کوئی نہ کوئی راستہ نکل آئے گا۔ چنانچہ وہ بھائی ایک مرتبہ پر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آ پہنچے۔ ان سے مدد کی درخواست کی۔ اب یوسف نے یہی بہتر سمجھا کہ انہیں سب بات بتا دیں۔ آپ نے انہیں کہا کیا تم اس حرکت کو بھول گئے ہو جو تم نے اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کی تھی۔ یہ سن کر بھائیوں نے پوچھا یہ بات آپ کو کیسے پتہ ہے؟ کہیں آپ یوسف ہی تو نہیں ہیں؟۔ ہاں میں یوسف ہوں! حضرت یوسف نے راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ لیکن پریشان مت ہو۔ تم میرے بھائی ہو میں تمہاری غلطیاں معاف کرتا ہوں۔ اب تم ایسا کرو کہ جاؤ اور والد محترم کو لیکر میرے پاس آجاؤ۔ تا کہ ہم سب پر سکون طور پر یہاں اکٹھے رہ سکیں۔

• دوسری طرف حضرت یعقوب علیہ السلام بھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ دعائیں قبول ہونے کا وقت آچکا ہے۔ آپ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ بے شک تم مجھے دیوانہ کہو لیکن نہ جانے کیوں مجھے اپنے بیٹے یوسف کی خوشبو سی آرہی ہے۔ اور پھر بالکل ایسا ہی ہوا اور وہ پیغام لانے والا حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خوشیوں بھرا یہ پیغام لے کر آیا کہ یوسف نہ صرف زندہ ہے بلکہ مصر میں ایک معزز عہدے پر فائز ہے۔ آپ بھی چلیں تا کہ یوسف سے ملاقات ہو سکے۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی بیوی یوسف کی والدہ دونوں آپ کے پاس پہنچے اور دکھ کے دنوں کا خاتمہ ہو گیا۔ تمام لوگ بہت خوش تھے اور اس خوشی میں خدا تعالیٰ کا بے انتہاء شکر کر رہے تھے۔ گیارہ بھائی اور یوسف کے والدین خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور تب حضرت یوسف نے اپنے والد کو یاد کروایا کہ آج سے بہت سال پہلے جو میں نے خواب بیان کیا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند میرے سامنے خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ کر رہے ہیں وہ آج پورا ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے احسانات تھے کہ میں اس مقام تک پہنچا ہوں۔ یوں یہ خاندان مصر میں

رہنے لگا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں ہی وفات پائی۔

أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ’’أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ‘‘ کی صفات استعمال فرمائی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت ’’وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ‘‘ (ص:46) کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:’’ دیکھو قرآن شریف میں خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کی تعریف میں ’’أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ‘‘ فرماتا ہے کہیں ’’أُولِي الْاَلْسِنَةِ‘‘ نہیں فرمایا۔اس سے معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ کو وہی لوگ پسند ہیں جو بصر اور بصیرت سے خدا کے کام اور کلام کو دیکھتے ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں اور یہ ساری باتیں بجز تزکیہ نفس اور تطہیر قوائے باطنیہ کے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتیں‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 07 صفحہ 38)

پھر فرمایا:’’انبیاء علیہم السلام کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے ’’أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ‘‘ جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ کام کرنے والے اور دیکھ بھال کر ان راہوں کی طرف بلاتے تھے جن پر خدا تعالیٰ نے انہیں قائم کیا تھا اور وہ تصورات کے پیچھے لگنے والے اور خیالی آدمی نہ تھے وہ عملی آدمی تھے اور علیٰ وجہ البصیرت حق کی طرف بلاتے تھے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 7 صفحہ 39)

ایک اور جگہ انبیائے کرام علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنے کے لئے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:’’اگرچہ فیصلہ دعاؤں سے ہی ہونے والا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دلائل کو چھوڑ دیا جاوے۔نہیں دلائل کا سلسلہ بھی برابر رکھنا چاہیے اور قلم کو روکنا نہیں چاہیے۔نبیوں کو خدا تعالیٰ نے اسی لیے ’’أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ‘‘ کہا ہے کیونکہ وہ ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔ پس چاہیے کہ تمہارے ہاتھ اور قلم نہ رکیں اس سے ثواب ہوتا ہے۔ جہاں پر بیان اور لسان سے کام لے سکو کام لئے جاؤ اور جو جو باتیں تائید دین کے لیے سمجھ میں آتی جاویں انہیں پیش کیے جاؤ وہ کسی نہ کسی کو فائدہ پہنچائیں گی۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 7 صفحہ 39)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر صغیر میں فرماتے ہیں:’’وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ۔‘‘ (ص:46) اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو، جو بڑے فعال اور دور اندیش تھے۔ ید یعنی ہاتھ کام پر دلالت کرتا ہے پس جن کے بہت ہاتھ تھے درحقیقت وہ بہت کام کرنے والے تھے۔ اور دور اندیش ’’أُولِي الْاَبْصَارِ‘‘ کا ترجمہ ہے۔ کیونکہ بہت سی آنکھوں سے مراد دور اندیشی ہی ہوسکتی ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل اور اس کی وجہ

قرآن کریم میں ذکر ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ‘‘ (آل عمران:94) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر صغیر میں اس آیت کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:سب کا سب کھانا سوائے اس حصہ کے جو اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب) نے تورات کے اتارے جانے سے پہلے اپنے لئے مکروہ قرار دے دیا تھا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا۔ حاشیے میں نوٹ میں لکھا:حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک کشفی نام اسرائیل تھا۔

(پرانا عہد نامہ، پیدائش باب 32 آیت 28)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر کی جلد اول میں سورہ بقرہ کی آیت نمبر 41 کے حل لغات میں ’’بنی اسرائیل‘‘ کے لفظ پر نوٹ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جو بائبل کے بیان کے مطابق ان کو ان کی بہادری کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا۔تورات میں آتا ہے ’’کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تُو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔‘‘

(پیدائش باب 32 آیت 28)

عربی لغت سے لفظ اسرائیل کے معنے

عربی اسرائیل کا عبرانی تلفظ یِسْرَاِیْل ہے اور یہ مرکب ہے یسر اور ایل سے۔ یسر کے معنے ہیں جنگجو بہادر سپاہی اور ایل کے معنی ہیں خدا۔ پس یسرائیل کے معنے ہوئے:خدا کا بہادر سپاہی۔عربی زبان کے لحاظ سے یہ لفظ اسر اور ایل سے مرکب ہے۔عربی زبان میں اَسَرَ الرَّجُلَ کے معنے ہیں قَبَضَ عَلَیْہِ وَاَخَذَہٗ (اقرب) یعنی فلاں شخص اپنے مدمقابل پر غالب آ گیا اور اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ان معنوں کے اعتبار سے اِسْر کے معنے ہونگے وہ شخص جس کے اندر بہادری اور قوت ہو اور وہ اپنے مدمقابل پر غلبہ پا کر اسے اپنی گرفت میں لے لے۔ پس مادہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسرائیل کے معنے مندرجہ ذیل ہونگے۔ (1) ازلی ابدی بادشاہ (یعنی خدا تعالیٰ) کا سخت گرفت رکھنے والا بندہ۔ (2) ازلی ابدی مدبر ہستی کا سخت گرفت رکھنے والا بندہ۔ (3) بار بار لوٹنے والے کا (یعنی تواب خدا کا) بہادر بندہ۔

دوسرے مادہ یعنی یَسَرَ کے لحاظ سے اسرائیل کے معنے ہونگے اللہ تعالیٰ کا پورا مطیع و فرمانبردار اور اس کے اخلاق کو اپنے اندر لینے والا۔۔۔ یہ لفظ اس خاص حالت کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انبیاء کی فطرت میں پائی جاتی ہے یعنی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے لئے سر تسلیم خم رکھنا۔ گویا اسرائیل اس شخص کو کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہو اور اس کے احکام کے ماننے کے لئے ہر وقت اپنے تئیں تیار رکھے۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 350 تا 352)

اسرائیل کس سے کشتی لڑے تھے

حضرت یعقوب (علیہ السلام) کو اسرائیل کا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا جس کی وجہ سے ان کی اولاد بنی اسرائیل یعنی اسرائیل کی اولاد کہلائی۔ بائبل میں لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام سے ایک سفر کے دوران میں رات کے وقت ایک شخص نے کشتی لڑنی شروع کی اور ساری رات کشتی لڑتا رہا۔ بائبل کے بیان کے مطابق وہ کُشتی لڑنے والا خدا تعالیٰ تھا۔ (پیدائش باب 32 آیت 30)۔ صبح کے وقت اس کُشتی لڑنے والے نے حضرت یعقوبؑ سے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے یعقوب نام بتایا اس پر اس نے کہا:’’کہ تیرا نام آگے کو یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہوگا کیونکہ تُو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔‘‘ (پیدائش باب 32 آیت 28)۔ بائبل کے شارحین کُشتی لڑنے والے کو فرشتہ کہتے ہیں گو اس کا کوئی ثبوت نہیں دیتے بہرحال وہ فرشتہ ہو یا خدا تعالیٰ عالم تمثیل میں انہوں نے دیکھا ہو۔ اس نے حضرت یعقوبؑ کو اسرائیل کا نام دیا۔ اور اس کے معنے بھی بتا دیئے کہ خدا تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک وہ قوی سمجھا گیا اور غالب ہوا۔ پس اسرائیل کے معنے بائبل کے بیان کے مطابق ’’خدا کا قوی بندہ‘‘ یا ’’خدا کا غالب بندہ‘‘ ہیں۔ پس حضرت یعقوبؑ کو رویا یا کشف میں اسرائیل کا نام دیا گیا تھا اور اس کی وجہ سے ان کی اولاد بنو اسرائیل کہلائی۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 354)

قرآن کریم میں تاریخی واقعات اور قوموں کے اسماء کا حقیقی استعمال

حضرت یعقوب علیہ السلام کے تعارف میں بنو اسرائیل کی تاریخ مختصرا بتا دینے سے اس الزام کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جو قرآن کریم پر لگایا جاتا ہے کہ یہ کتاب یہودی مذہب اور اسرائیلی تاریخ سے ناواقف ہے جبکہ یہ کامل کتاب ہر بات کو اس کی درست تفصیلات کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر کی جلد اول میں فرماتے ہیں:’’ قرآن کریم اس امتیاز (یعنی بنی اسرائیل اور یہود کے لفظ) کو صحیح طور پر بیان کرتا ہے یعنی جہاں مذہب کا سوال ہوتا ہے یہودی کا لفظ استعمال کرتا ہے۔لیکن جہاں ان قومی وعدوں کا ذکر کرتا ہے جو آل ابراہیم یا آل موسیٰؑ یا آل داود سے خاص تھے یا موسوی انبیاء کے مخاطبین کا ذکر کرتا ہے وہاں یہودی کا لفظ استعمال نہیں فرماتا بلکہ بنی اسرائیل کا لفظ استعمال فرماتا ہے۔ کیونکہ وہ وعدے موسوی دین اختیار کرنے والوں سے نہ تھے بلکہ ان بنی اسرائیل سے تھے جو خدا تعالیٰ کے عہد کو قائم رکھیں۔خواہ موسوی دین پر ہوں خواہ اس کے بعد آنے والے کسی اور الٰہی دین پر ہوں جیسے کہ مسلمان ہونے والے بنی اسرائیل۔ مگر لطیفہ یہ ہے کہ اس کے برخلاف ان معترضین کا جو قرآن کریم پر اسرائیلی تاریخ سے ناواقفیت کا الزام لگاتے ہیں یہ حال ہے کہ ان کی مذہبی کتب تک اس بارہ میں غلطی کر جاتی ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 358)

بنو اسرائیل کا لفظ قرآن کریم میں اڑتیس جگہ استعمال ہوا ہے اور یہودی کا لفظ نو جگہ اور ھود یہود کی جمع کے معنوں میں تین دفعہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ ان مقامات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی یا ھُوْد جہاں بھی استعمال ہوا ہے مذہب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔یعنی جہاں حضرت یعقوب کی نسل کی طرف اشارہ مقصود ہے وہاں تو بنی اسرائیل کا لفظ استعمال کیا ہے اور جہاں ان لوگوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو اپنے آپ کو موسیٰ کے پیرو کہتے تھے وہاں یہودی یا ھود کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ھود کا لفظ جن تین جگہ پر استعمال ہوا ہے اس کے ساتھ نصاریٰ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ گویا یہودی مذہب اور نصرانی مذہب کے متبعین کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہود کا لفظ جن نو مقامات میں استعمال کیا گیا ہے ان میں سے بھی آٹھ

مقامات میں نصاریٰ کے مقابل پر استعمال کیا گیا ہے۔جس سے واضح ہے کہ وہاں اسرائیلی قوم مراد نہیں بلکہ موسوی مذہب مراد ہے۔ باقی ایک مقام میں نصاری کا لفظ ساتھ استعمال نہیں۔یعنی مائدہ میں (مراد ہے اس آیت میں:’’وَقَالَتِ الۡیَھُوۡدُ یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ‘‘ (المائدہ:65) اس کی بھی سب آیتیں واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ اس جگہ یہودی مذہب کے پیرووں کا ذکر ہے نہ کہ کسی نسل کے لوگوں کا۔ کیونکہ اس میں عقائد پر بحث ہے۔ اس کے بالمقابل بنی اسرائیل کا لفظ جہاں بھی قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ اور قرآن کریم کے کسی ایک مقام پر بھی اسے نصاریٰ کے مقابل پر استعمال نہیں کیا گیا۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 355)

حضرت یعقوبؑ ابراہیمی طیور میں سے ایک طیر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا سے مکالمہ محفوظ کیا ہے جیسا کہ فرمایا:وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡھُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡھُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُھُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۶۱﴾ (البقرہ:261)

ترجمہ:اور (اس واقعہ کو بھی یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا تھا کہ اے میرے رب! مجھے بتا کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے۔فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ (ابراہیم نے) کہا۔کیوں نہیں (ایمان تو بیشک حاصل ہو چکا ہے) لیکن اپنے اطمینان قلب کی خاطر (میں نے یہ سوال کیا ہے) فرمایا۔ اچھا! تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے ساتھ سدھا لے۔ پھر ہر ایک پہاڑ پر ان میں سے ایک (ایک) حصہ رکھ دے۔ پھر انہیں بلا۔ وہ تیری طرف تیزی کے ساتھ چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:’’حقیقت یہ ہے کہ یہ ظاہری کلام نہیں بلکہ مجازی کلام ہے۔حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی احیاء موتیٰ کا جو کام تو نے میرے سپرد کیا ہے اسے پورا کر کے دکھا اور مجھے بتا کہ میری قوم میں زندگی کی روح کس طرح پیدا ہو گی؟ جبکہ میں بڈھا ہوں اور کام بہت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ہم نے وعدہ کیا ہے تو یہ کام ہو کر رہیگا۔حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ ہو کر تو ضرور رہے گا۔ مگر میں اپنے اطمینان کے لئے پوچھتا ہوں کہ یہ مخالف حالات کس طرح بدلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔تو چار پرندے لے کر سدھا۔ اور ہر ایک کو پہاڑ پر رکھدے۔ پھر ان کو بلا اور دیکھ کہ وہ کس طرح تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔یعنی اپنی اولاد میں سے چار کی تربیت کر۔ وہ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس احیاء کے کام کی تکمیل کریں گے۔

یہ چار روحانی پرندے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ ہیں۔ ان میں دو کی حضرت ابراہیمؑ نے براہ راست تربیت کی اور دو کی بالواسطہ۔ پہاڑ پر رکھنے کے معنی بھی یہی تھے کہ ان کی نہایت اعلیٰ تربیت کر۔ کیونکہ وہ بہت بڑے درجہ کے ہونگے۔ گویا پہاڑ پر رکھنے میں ان کے رفیع الدرجات ہونے کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ بلندیوں کی چوٹیوں تک جا پہنچیں گے۔ اسی طرح چار پرندوں کو علیحدہ علیحدہ چار پہاڑوں پر رکھنے کے یہ معنے تھے۔ کہ یہ احیاء چار علیحدہ علیحدہ وقتوں میں ہو گا۔غرض اس طرح احیاء قومی کا وہ نقشہ جو حضرت ابراہیمؑ کے قریب زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا انہیں بتا دیا گیا۔

اسی طرح بعد کے زمانہ کے لئے بھی اس میں حضرت ابراہیمؑ کی قوم کی چار ترقیوں کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا تھا کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ایمان تو ہے ’’وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ‘‘ یہ زبان کا ایمان ہے، میں دیکھتا ہوں کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور اقرار کرنا پڑتا ہے کہ کرتے ہیں۔ مگر دل کہتا ہے کہ یہ طاقت میری اولاد کی نسبت بھی استعمال ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ نشان اپنے نفس میں بھی دیکھوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم چار دفعہ مردہ ہو گی اور ہم اسے چار دفعہ زندہ کریں گے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت موسٰےؑ کے زمانہ میں۔ ان کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کی آواز بلند ہوئی اور یہ مردہ زندہ ہوا۔ پھر حضرت عیسٰیؑ کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کی آواز بلند ہوئی اور یہ مردہ زندہ ہوا۔ پھر آنحضرتﷺ کے ذریعہ وہی آواز بلند ہوئی اور اس مردہ قوم کو زندگی ملی۔ اور چوتھی بار حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ابراہیمی آواز پھیلی اور وہی مردہ زندہ ہوا۔ چار دفعہ ابراہیمی نسل کو حضرت ابراہیمؑ نے آوازیں دیں اور چاروں دفعہ وہ دوڑ کر جمع ہو گئی۔

پہلا پرندہ جسے حضرت ابراہیمؑ نے بلایا اور اطمینان قلب حاصل کیا وہ موسوی اُمّت تھی دوسرا پرندہ عیسوی اُمت تھی۔ تیسرا پرندہ آنحضرتﷺ کے جلالی ظہور کی حامل اور مظہر محمدی جماعت تھی۔ اور چوتھا پرندہ آپﷺ کے جمالی ظہور کی مظہر جماعت احمدیہ ہے۔جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو راحت پہنچائی اور آپ نے کہا کہ واقعی میرا خدا زندہ کرنے والا ہے۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر خدا تعالیٰ نے اپنا خاص فضل نازل کیا۔ اور انہیں روحانی لحاظ سے زندہ کر دیا غرض اس میں قریب اور بعید دونوں زمانوں کیلئے پیشگوئی کی گئی تھی۔ جو اپنے اپنے وقت میں بڑی شان سے پوری ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ کا عزیز اور حکیم ہونا ظاہر ہو گیا۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 602-604)

حضرت یعقوبؑ کی وصیتیں

پہلی وصیت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بچوں کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بچوں کو وصیت کرنے کا ذکر یوں ملتا ہے:وَوَصّٰی بِھَاۤ اِبۡرٰھٖمُ بَنِیۡہِ وَیَعۡقُوۡبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰی لَکُمُ الدِّیۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾ (البقرہ:133)۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو) اس بات کی تاکید کی (اور کہا کہ) اے میرے بیٹو! اللہ نے یقیناً اس دین کو تمہارے لئے چن لیا ہے۔ پس ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم (اللہ کے) پورے فرمانبردار ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:’’فرماتا ہے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور ابراہیمؑ کے پوتے یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اِس بات کی تاکید کی تھی کہ تم اپنی خیرخواہی صرف اپنی ذات یا اپنی قوم تک محدود نہ رکھنا بلکہ اُسے وسیع کرتے چلے جانا اور ساری دنیا کو اِس میں شامل کرنا۔ اس جگہ دین سے مراد وہی لائحہ عمل ہے جس میں تمام جہان کی بہتری مدنظر ہو۔ گویا ابراہیمؑ نے اپنے پڑپوتوں تک کو ہدایت دی کہ اپنے آپ کو صفت رب العالمین کا مظہر بنانا اور دنیا کی کسی قوم کو اپنی خیرخواہی سے محروم نہ رکھنا۔

’’فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ‘‘ کے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر وقت اسلام پر قائم رہو۔ کیونکہ موت کے متعلق کوئی انسان نہیں جانتا کہ وہ کب آجائے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ ہمیشہ رب العالمین کے فرمانبردار رہو۔ اور خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی زندگی بسر کرو۔ تا کہ جب موت آئے تو وہ تمہیں اطاعت کے سوا اور کسی حالت میں نہ پائے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق بڑھاؤ کہ وہ تمہاری تباہی کو برداشت ہی نہ کرے۔ اور اُسوقت تم کو موت دے جبکہ تم کامل مومن بن چکے ہو اور اس کی خوشنودی حاصل کر چکے ہو۔

قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی رہتی ہے۔ کہ دنیا جہاں کو بھلا دیتا ہے اور کبھی دوسری چیزوں کی طرف اُسے اتنی توجہ ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو منافق ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کس طرح! اُس نے کہا۔ یا رسول اللہ میں آپ کے پاس آتا ہوں تو میری اور حالت ہوتی ہے اور جب میں گھر جاتا ہو تو میری اور حالت ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کوئی گھبراہٹ والی بات نہیں۔ مگر ہر وقت ایک جیسی حالت رہے تو انسان مر جائے۔ دراصل قبض اور بسط کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔ کامل مومن کی جو حالت ہو قبض ہوتی ہے وہ اس سے نچلے درجے والے کیلئے بسط کی حالت ہوتی ہے۔ اِسی طرح انبیاء پر بھی قبض و بسط کا دور آتا رہا ہے مگر نبیوں کی قبض صدیقوں کی بسط ہوتی ہے۔ اِسی لئے صوفیاء نے کہا ہے کہ ’’حَسَنَاتُ الۡاَبۡرَارِ سَیِّئَاتُ الۡمُقَرِّبِیۡنَ‘‘۔یعنی نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کی بدیاں ہوتی ہیں۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اوسط درجہ کے لوگ جس کو نیکی سمجھتے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے نزدیک بعض دفعہ بدی بن جاتی ہے اور اوسط درجہ کے لوگوں کی بدیاں ادنیٰ درجہ کے لوگوں کی نیکیاں ہوتی ہیں۔ پس چونکہ یہ دو حالتیں انسان پر آتی رہتی ہیں اور موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق بڑھاؤ کہ تم پر موت ایسے وقت میں آئے جو تمہارا بہترین وقت ہو اور ملک الموت تمہاری اسوقت جان نکالے جب تمہارا خدا تعالیٰ سے ایک سچا اور مخلصانہ تعلق قائم ہو چکا ہو۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 202-203)

دوسری وصیت

دوسری وصیت اس آیت سے اگلی آیت میں یوں بیان ہوئی ہے:اَمۡ کُنۡتُمۡ شُھَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡہِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِیۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰـہَ اٰبَآئِکَ اِبۡرٰھٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحۡنُ لَہٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۴﴾۔(البقرہ:134) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت (کی گھڑی) آئی (اور) جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے (جواباً) کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادوں ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے عبادت کریں گے اور ہم اسی کے

فرمانبردار ہیں۔

تفسیر: حضرَ یعقوب الموت ایک محاورہ ہے جو جان کندنی کیلئے نہیں بلکہ موت کے قریب آجانے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ورنہ جان کندنی کے وقت تو انسان کلام ہی نہیں کرسکتا۔۔۔تو حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ سے مراد یہ ہے کہ اُن کی موت کا وقت قریب آ گیا تھا۔۔۔ اور اپنی اولاد سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی پرستش کرو گے؟ ''قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَآئِكَ'' اس آیت پر عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ تو اُن کے آباء میں سے نہ تھے۔ بلکہ چچا تھے۔ پھر انہیں اَبْ کیوں کہا؟ مگر یہ اعتراض اُن کی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔عربی زبان میں اَبٌ کا لفظ چچا کیلئے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب انہوں نے ''نَعْبُدُ اِلٰهَكَ'' کہہ دیا تھا تو پھر ''اِلٰهَ آبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا'' کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ جو یعقوبؑ کا معبود تھا وہی ابراہیمؑ کا معبود تھا وہی اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کا معبود تھا۔ پس ''اِلٰهَكَ'' پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے ''اِلٰهَ آبَآئِكَ'' کہنا اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کرتے ہوئے ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ کے الفاظ بڑھانا کیا معنے رکھتا ہے؟ سو یاد رکھنا چاہیے کہ اس میں ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وراء الوراء ہے جو انسان کو نظر نہیں آتی۔ ہم رب، رحمٰن اور رحیم وغیرہ الفاظ تو استعمال کر لیتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی پوری حقیقت صرف ان چند الفاظ سے واضح نہیں ہوتی اور جب انسان یہ چاہتا ہو کہ وہ کسی بات کو کھول کر بیان کرے تو اس کی وضاحت کے لئے مختلف طریق اختیار کرتا ہے۔ جیسے اگر انسان اپنے کسی محسن کا احسان یاد دلائے تو وہ کہتا ہے کہ فلاں کا مجھ پر احسان ہے اور پھر اُس کی تشریح کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اُس نے کیا احسان کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جلال اور اُس کے جمال کا اظہار مختلف تجلیات میں ہوتا ہے۔ کوئی تجلی حضرت ابراہیمؑ پر ہوئی، کوئی تجلی حضرت اسحاقؑ پر ہوئی، کوئی تجلی حضرت اسماعیلؑ پر ہوئی۔ پس اُن کی اولاد نے ضروری سمجھا کہ وہ اپنے اُن آباء کا نام لے کر کہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ان تجلیات سے خوب آگاہ ہیں جو اُن کے وجود سے ظاہر ہوئیں۔ ہم نے حضرت ابراہیمؑ کی زندگی بھی دیکھی ہے اور خدا تعالیٰ کی وہ تجلی بھی دیکھی ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر ظاہر ہوئی تھی۔ اسی طرح ہم نے وہ تجلی بھی دیکھی ہے جو حضرت اسمٰعیلؑ پر ظاہر ہوئی تھی۔ پھر حضرت اسحاقؑ والی تجلی سے بھی ہم ناواقف نہیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنے تفصیلی علم کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ کیا اتنے جلوے دیکھنے کے بعد بھی ہم بے ایمانی کر سکتے ہیں؟۔۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد نے بھی یہی جواب دیا۔ چونکہ ان کے ایک حصہ نے حضرت یوسفؑ کی مخالفت کر کے عدمِ ایمان کا ثبوت دیا تھا۔ اور پھر مصر میں بت پرستی بھی عام تھی اس لئے حضرت یعقوبؑ نے اُن سے آخری وقت میں پوچھا کہ میری زندگی میں تم میری پیروی کرتے رہے لیکن اب بتاؤ کہ میرے مرنے کے بعد تم کیا رویہ اختیار کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا ایمان اب پختہ ہو چکا ہے اور ہم پر تمام تجلیات ظاہر ہو چکی ہیں اب ہم خدا تعالیٰ کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ نادانی کا وقت اور تھا جبکہ ہم نے یوسف علیہ السلام کی مخالفت کی اور اُن کو کوئیں میں ڈال دیا تھا۔ اب ہم سے یہ حماقت نہیں ہوسکتی۔

''اِلٰهًا وَّاحِدًا'' چونکہ انہوں نے مختلف ناموں یعنی ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کی طرف اِلٰہ کو منسوب کیا تھا اس لئے خیال ہوسکتا تھا کہ شاید کئی اِلٰہ ہوں اس شبہ کے ازالہ کے لئے بتایا کہ وہ ایک ہی خدا ہے۔ (اس کا ایک اور معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ) اس حال میں کہ ایک ہی خدا ہے صرف اس کی تجلیات مختلف ہیں۔ درحقیقت اس میں یہود کو توجہ دلائی گئی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام تو مرتے وقت بھی ایک خدا کی پرستش کی تاکید کرتے گئے ہیں پھر اُن کی نسل آج اپنی ہوا و ہوس کے پیچھے کیوں پڑ رہی ہے۔

''نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک ہر سچا پرستار مسلم ہے۔ چنانچہ پہلے کہا تھا۔ ''فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ'' اور اس جگہ انہوں نے خود کہا ہے ''نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ'' حالانکہ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر دین کا سچا پرستار مسلم ہے اور اسی بنا پر تمام پہلے مذاہب کے پیرو جو اپنے اپنے مذہب کی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرنے والے تھے وہ بھی مسلم ہی تھے۔ کیونکہ جو بھی خدا اور اس کے نبی پر ایمان لاتا ہے وہ مسلم بن جاتا ہے۔ مگر ان میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اُن کا نام مسلم نہ تھا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے لوگ مسلم نام سے پکارے جاتے ہیں۔ پہلی امتوں کے افراد بے شک اطاعت اور فرمانبرداری کے لحاظ سے مسلم تھے مگر لفظ مسلم نام کے طور پر وہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ اور نہ اس نام سے وہ پکارے جاتے تھے۔ لیکن اس اُمت کے لوگ اس نام سے پکارے جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مذاہب منسوخ ہونے والے تھے لیکن اسلام نے کبھی منسوخ نہیں ہونا تھا۔ پس اس کو یہ نام دیا گیا تا کہ گڑبڑ واقع نہ ہو۔ اور اُسی مذہب کے پیرو مسلم کہلائیں جس نے قیامت تک قائم رہنا ہے۔ پھر سابق مذاہب کے پیروؤں کو اس وجہ سے بھی مسلم کا نام نہیں دیا گیا کہ نام پانے کا مستحق کامل مذہب ہی ہوتا ہے پس جب وہ مذہب بھیجا گیا جو اپنے کامل ہونے کی وجہ سے تمام مذاہب سے افضل تھا تو اس کا نام بھی اسلام رکھ دیا گیا۔ تا کہ اس کا نام ہی اس کی غرض وغایت پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہو۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 203-206)

کیا حضرت یعقوبؑ نے وصیت کی تھی؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وصیت کی تھی یا نہیں؟ اور اگر کی تھی تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ اس بارہ میں یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم اس کا تورات سے ثبوت پیش کریں۔ یہ تو عقلی بات ہے کہ ہر راستباز اپنی اولاد کو اس قسم کی نصیحتیں کرتا اور اُن پر عمل کرنے کی تاکید کیا کرتا ہے۔ خصوصاً موت کے وقت اپنی اولاد کو وصیت کرنا تو ایک ایسی عام بات ہے جس کا نظارہ ہمیں لاکھوں آدمیوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے اور پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے تو یہ بات اور بھی ضروری تھی کیونکہ وہ حصہ جو ٹھوکر کھا چکا ہو اس کے متعلق والدین کو ہمیشہ فکر ہوتی ہے کہ اُسے نصیحت کی جائے۔ پس یہ ایک فطری بات ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا لیکن اگر انہوں نے وصیت کی بھی تھی تو سوال یہ ہے کہ کیا بنی اسرائیل نے بائیبل میں یہ وصیت رہنے دینی تھی؟ جن لوگوں کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے اتنا بغض ہے کہ راستہ چھوڑ کر بھی اُن کی عیب جوئی کر لیتے ہیں اگر اُن کا ذکر آجاتا تو انہوں نے اُسے کہاں رہنے دینا تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ اُن کی کُتب انسانی دست بُرد سے محفوظ نہیں۔ اس وصیت کے کچھ کچھ نشان ہمیں مل جاتے ہیں اور یہ نشان بھی خود عیسائیوں نے مہیا کیا ہے۔ کئی عیسائیوں نے قرآن کریم کے ترجمے کئے ہیں۔ اُن میں سے ایک مترجم راڈول بھی تھا۔ اُس نے اپنے مترجم قرآن کریم میں اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مدارش رباہ میں جو طالمود کا حصہ ہے پیدائش باب 49 آیت 02 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: ''اُس وقت کہ ہمارے باپ یعقوب نے اس دنیا کو چھوڑا اُس نے اپنے بارہ بیٹوں کو اکٹھا کیا اور اُن سے کہا اپنے باپ اسحٰق کی بات کو سُنو۔ کیا تمہارے دلوں میں قدوس خدا کے متعلق کوئی شبہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اے اسرائیل ہمارے باپ جس طرح تیرے دل میں کوئی شبہ نہیں اسی طرح ہمارے دل میں بھی نہیں۔ کیونکہ وہ آقا ہمارا خدا ہے اور وہ ایک ہے۔''

(MIDS RABBAH ON GENESIS PAGE:98,DEUT PARA2)

پس حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو جمع کرنا اور انہیں نصیحت کرنا اور پھر ان کا اقرار کرنا ثابت ہے گو اس کی ساری تفصیل نہیں۔ اور یہی فرق ہے جو قرآن کریم کی عظمت کو دوبالا کرتا ہے قرآن کریم 1900 سال کے بعد نازل ہو کر صحیح تفصیل بیان کر دیتا ہے مگر بائیبل اپنے زمانہ کی بھی صحیح تفصیل نہیں بتاتی۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 206-207)

حضرت یعقوبؑ کے بارے میں ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض انبیاء کے بارے میں خوف اور حزن کے کلمات قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بعض جگہ جو انبیاء کی نسبت خوف (حضرت زکریا کی نسبت آتا ہے ''وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ'' (مریم:6) اور حزن ''وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ'' (یوسف:85) کا لفظ استعمال ہوا ہے اس جگہ خوف اور حزن ان کی اپنی ذات کے متعلق نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی نسبت ہوتا ہے اور دوسروں کی نسبت خوف اور حزن کا پیدا ہونا عذاب نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ یہ تو ایک اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے کہ انسان دوسروں کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھے۔ اور ان کے درد میں شریک ہو۔ انہی معنوں کے رو سے حزن کا لفظ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے۔ وہ حزن اپنی ذات کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ اپنی اولاد کی نسبت تھا۔ جو گنہ گار ہو کر خدا سے دور جا رہی تھی۔ اور یہ حزن عین رحمت تھا۔ اسی طرح حضرت زکریا کی نسبت آتا ہے: ''وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ'' (مریم:6)۔ اپنے بعد میں اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں کہ میرے کام کو خراب نہ کر دیں۔ یہ خوف بھی ثواب کا موجب اور نیکی کا اعلیٰ نمونہ ہے کیونکہ یہ خوف اپنی ذات کی نسبت نہیں بلکہ اس امر کے متعلق ہے کہ لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 100)

مریم رحمٰن

حیاتِ نور الدینؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے رؤیا وکشوف

قسط 11

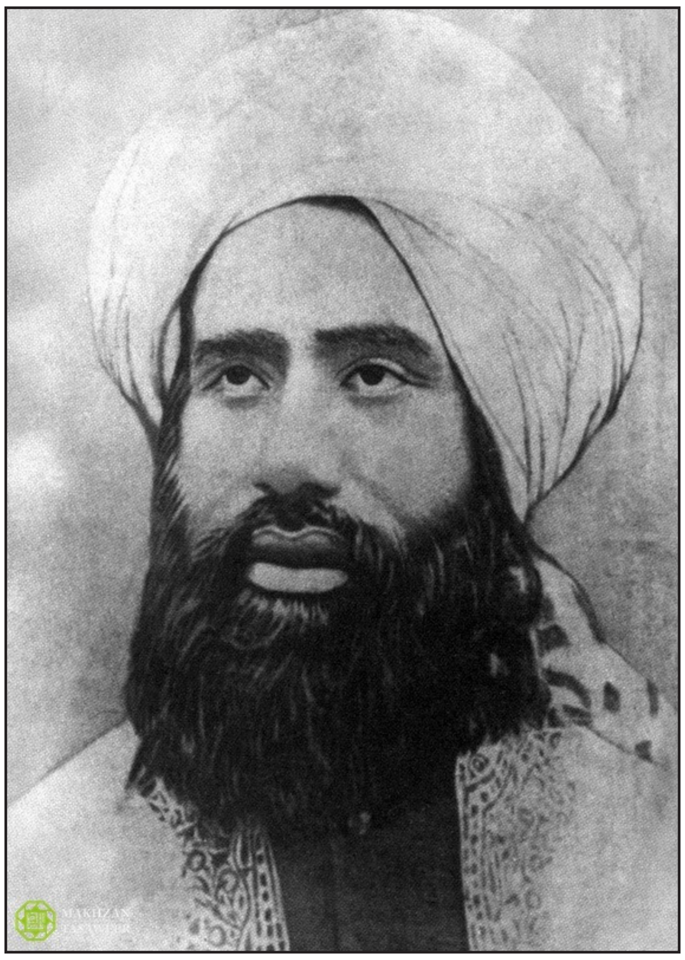

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِامت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقین بودے

حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کی آمد سے قبل مسلمانوں میں بہت سے معاملات میں علماء نے غلط فتاویٰ دے کر اسلام کا اصلی پاک چہرہ عام عوام سے گویا چھپا ہی دیا تھا۔کوئی نبوت کے جاری نہ رہنے کے فتوے دیتا تو کوئی قرآن کریم کی بعض آیات کے حوالہ سے ناسخ منسوخ کی بات کرتا۔غرض بہت ساری غلط تشریحات کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت یہ باتیں ماننے پر مجبور تھی۔ علماء کے انہی غلط فتاویٰ میں سے ایک فتویٰ یہ بھی تھا کہ اب اللہ کی طرف سے رویا و الہام کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور اب آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک کے لئے یہ دروازہ گویا بند ہوگیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام غلط عقائد اور تشریحات کی اصلاح فرمائی جو مسلمانوں میں آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی دوری کی وجہ سے راہ پا گئی تھیں۔ پیشگوئیوں کے مطابق رویاء والہام کے دروازے کو پھر سے کھول دیا گیا جسے عام فہم لوگ بند کئے بیٹھے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ:

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

حضرت اقدس مسیح موعودؑ الہام ووحی کے سلسلہ کے بند نہ ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اسلام زندہ مذہب اور ہماری کتاب زندہ کتاب اور ہمارا خدا زندہ خدا اور ہمارا رسول زندہ رسول۔ پھر اس کے برکات،انوار اور تاثیرات مردہ کیونکر ہوسکتی ہیں؟ میں اس مخالفت کی کچھ پروا نہیں کرسکتا۔ ان کی مخالفت کے خیال سے میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔لاہور میں عبد الحکیم نام ایک شخص سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا کہ الہام پہلی امتوں کا خاصہ تھا۔ یہاںتک کہ عورتوں کو بھی وحی ہوتی تھی مگر اس امت میں یہ دروازہ بند ہے۔ کیسے شرم کی بات ہے۔کیا یہ امت بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گزری ہوگئی اور خدا تعالیٰ نے اس کے لیے یہی چاہا ہے کہ وہ خیر الامم کہلا کر بھی محروم رہے؟

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 87-90 ایڈیشن 1984ء)

الغرض آپؑ کو اللہ نے بے شمار الہامات کئے جنکی بدولت آپ نے اپنے دعویٰ کا اعلان فرمایا، اور بہت ساری نیک و پاک روحوں نے آپؑ کو قبول فرمایا۔

یہ الہامات کا سلسلہ صرف آپؑ کی ذات بابرکات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ آپؑ کی سچی وکامل پیروی کرنے والوں کے لئے خاص طور پر ان رؤیا وکشوف کا دروازہ کھولا گیا۔ اللہ نے وہ پاک روحیں آپؑ کو عطا فرمائیں جو صاحب رؤیا وکشوف تھیں۔ان پاک روحوں میں سب سے بڑھ کر حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کا وجود ہے۔

آنحضرتؐ کی زیارت

حضرت حکیم مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ صاحب رؤیا وکشوف نیک وجود تھے اور حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کے دعویٰ پر صدق دل سے ایمان لانے والوں میں سے اولین میں سے تھے۔حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی بیعت سے آپؓ کو کیا فائدہ ہوا اس بابت بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں:

نواب خان صاحب تحصیل دار مرحوم نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب سے ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا آپ تو پہلے ہی باکمال بزرگ تھے آپ کو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے کیا فائدہ حاصل ہوا۔اس پر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔نواب خان! مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں **لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی۔ اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔**

(حیات نور صفحہ 194)

غرض حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اس خدا کا پاک چہرہ لوگوں کو دکھلایا جو کہ خود فرماتا ہے:

کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ خدا ہمارا رب ہے اور پھر اس پر انہوں نے استقامت دکھلائی تو فرشتے ان پر (الہام کرتے ہوئے) نازل ہوتے ہیں،اور انہیں خوشخبریاں دیتے ہیں کہ خوف اور غم نہ کرو۔

ذیل میں حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بعض رؤیا،الہام وکشوف درج کرتی ہوں جن سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کا آپؓ سے کس قدر پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ کیسے اللہ تعالیٰ نے ایک لحظہ کے لئے بھی آپؓ کو اس نعمت سے محروم نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ کے لئے آپؓ کو (جس طرح ایک ماں اپنے بچے سے پیار ومحبت کرتی ہے) ایک پیارے بچے کی طرح اپنی گود میں رکھا۔

آنحضرتؐ کا آپ کی خواب میں آنا

فرمایا:

مجھ کو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خواب میں فرمایا کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ بہت پڑھا کرو۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ 211 سن اشاعت 2002ء بھارت)

آنحضرتؐ اور فوت شدہ بزرگان سے ملاقات

میں نے خود نبی کریم ﷺ کو، موسیٰؑ،علی المرتضیٰؓ، امام علیہ السلام، عبد الکریم علیہ الرحمۃ۔۔ اور حکیم فضل الدین کو دیکھا ہے اور اس جہان کا حال دریافت کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 597)

میں نے حضرت خواجہ شاہ سلیمان صاحب تونسوی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ غلام علی صاحب اور صحابہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک عالم میں خود دیکھا ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 210)

آنحضرتؐ کا خواب میں آپ کو فرمانا کہ تو ہمیں محبوب ہے

میں نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں۔ پھر میرے کان میں کہا کہ تو ہم کو محبوب ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین صفحہ 291)

شاگردی حضرت علیؓ

آپؓ اس بابت فرماتے ہیں:

میں نے بھی خود بلاواسطہ حضرت علیؓ سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 223)

اللہ سے قرآن کریم پڑھنا

فرمایا:

مجھے تو خدا تعالیٰ نے آپ قرآن پڑھایا ہے اور میں نے بعض آیتوں کو خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے پڑھا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 596)

قرآنی آیات کی تفسیر بذریعہ الہام

آج یہ جو دو آیت (سورۃ البقرہ کی آیات 155تا158) میں نے تمہارے سامنے پڑھی ہیں یہ میرے کسی خاص ارادے غور وفکر کا نتیجہ نہیں اور نہ میں نے کوئی تیاری قبل از وقت اس مضمون اور ان آیات کے متعلق آج جمعہ کے خطبہ میں سنانے کی کی تھی۔ وعظ کا بے شک میں عادی ہوں۔ مگر یہ آیتیں محض اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے دل میں ڈالی گئی ہیں۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 267)

فرشتوں کا آپؓ کی مدد کرنا

جلسہ سالانہ 1912ء میں حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی تقریر میں خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں سے تعلق پیدا

کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

جب کسی آدمی کا تعلق خدا تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے تو حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ اس سے تعلق پیدا کرو۔ اس طرح جبرائیلی رنگ کی مخلوق سے تعلق اور قبولیت کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے۔

تحدیث نعمت کے لئے کہتا ہوں کہ میں نے خود ایسے فرشتوں کو دیکھا ہے اور انہوں نے ایسی مدد کی ہے کہ عقل، فکر، وہم میں نہیں آسکتی اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دیکھو ہم کس طرح اس معاملہ میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔

(حیات نور صفحہ 596-597)

رحمت الٰہی

ایک اور رؤیا میں نے پنڈ دادنخان میں دیکھا۔ وہاں ایک رشتہ دار تھا جو اپنی فضولیوں میں بڑا مشہور تھا۔ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ بہشت میں ایک بڑی اونچی اٹاری پر ہے۔ جب میں نے اس کو اور اس نے مجھ کو دیکھا تو میں نے اس سے کہا کہ تم تو بڑے سیہ کار تھے تم کو بہشت میں اور پھر عرفات میں کیونکر موقع ملا اس نے جواب میں کہا کہ میری غریب الوطنی پر جناب الٰہی نے رحم فرمایا۔

میں نے بیداری کے بعد بہت جستجو کی مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ یہی معلوم ہوا کہ عرصہ سے مفقود الخبر ہے۔ دو برس کے بعد میرے ایک رشتہ دار نے مجھ کو بتایا کہ فلاں آدمی بمبئی کے قریب ایک مقام کلیانی میں مر گیا ہے۔ وہ مکہ معظمہ کو پا پیادہ جاتا تھا۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ 235 سن اشاعت 2002ء بھارت)

پرندوں کا شوربہ

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے 5 فروری 1911ء کی صبح کو فرمایا:

ابھی میں نے دیکھا ہے اس مقام پر کسی پرند کا مزیدار شوربہ کھایا ہے اور اس کی باریک باریک ہڈیاں چھینک دی ہیں۔ جونہی آپؓ نے یہ کشف سنایا شیخ یعقوب علی صاحب نے عرض کی کہ اس کو پورا کرنے کے لئے کسی پرندے کے گوشت کا انتظام کیا جاوے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے تا کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جو کبھی کبھی ہوائی بندوق سے شکار کھیلا کرتے تھے، انہیں عرض کریں کہ کوئی پرند شکار کریں۔ شیخ یعقوب علی صاحب ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت انہوں نے کچھ پرند شکار کئے ہیں۔ وہ حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کئے گئے اور حضرت بہت خوش ہوئے۔ گویا ادھر رؤیا دیکھا اور ادھر خدا تعالیٰ نے اسے پورا کرنے کے سامان کر دیئے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔ خدا تعالیٰ کے پیاروں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا عجب سلوک ہوتا ہے۔

(حیات نور صفحہ 499-500)

آپ کے ایک دوست کا آپ سے بخاری شریف پڑھنا

مجھے ایک دفعہ خواب آیا کہ آدھا پیالہ دودھ کا ہے اور میرے ایک دوست نے جو مجھ سے ناراض تھے اسے پی لیا۔ میں بخاری شریف پڑھایا کرتا تھا۔ نصف باقی تھا کہ وہ ایک روز آئے بعض باتیں جو پسند آئیں تو بے اختیار کہہ اٹھے کہ اب میں بھی پڑھوں گا۔ چنانچہ باقی نصف بخاری انہوں نے مجھ سے پڑھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 594)

وفات یافتہ لوگوں سے باتیں

صاحب نسبت جو لوگ ہوتے ہیں ان کی ملاقات ہوجاتی ہے۔ میں نے کبھی توجہ نہیں کی باوجود اس کے میں نے بھی مردوں سے باتیں کی ہیں۔

(بدر 14 نومبر 1912ء صفحہ 3)

نصیرالدین نامی لڑکے کا پیدا ہونا

نصیرالدین صاحب حال مانسہرہ ضلع ہزارہ کا بیان ہے کہ ان کے والد عمر دین صاحب کے ہاں بیس سال سے اولاد نہیں تھی۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب دیپ گراں نے آپ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپؓ کو کشف میں ایک لڑکا نصیرالدین نامی دکھایا گیا۔ چنانچہ سات ماہ بعد ان کی پیدائش ہوئی اور حضرت صاحب کے کشف کی بنا پر ان کا نام نصیرالدین رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 597)

سوتے میں کھانا کھانا

شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے بھوک تھی میں سو گیا۔ خواب میں پلاؤ اور زردہ کھالیا۔ جب جاگا تو دیکھا پیٹ بھرا ہوا تھا۔۔۔ میں نے خود ان باتوں کا بڑا تجربہ کیا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 596)

لوگوں کے دل آپ کے سامنے کشفاً پیش کئے جاتے ہیں

فرمایا:

بعض اوقات لوگوں کے دل میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں کہ ان کے لئے دعا کر۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 597)

فرشتوں کو دیکھنا

فرمایا:

میں اپنی جان و دل سے شہادت دیتا ہوں کہ اپنی آنکھ سے فرشتوں کو دیکھا ہے۔۔۔ ان کی محبت و احسان کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے انہیں یہ کہتے سنا: نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 596)

اللہ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بابرکت ذات پر اپنی بے انتہاء رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے، اور آپ کی مبارک سیرت کو اپنانے کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

ایڈیٹر کے نام خط

• مکرم منیر مسعود لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بے انتہا فضل و احسان ہے کہ اس نے ہمیں موعود مصلحؓ کی راہنمائی عطاء فرمائی اور جنہوں نے جماعت کی تعلیم و تربیت کے لئے مردوزن کو بلحاظ عمر اور جنس مختلف تنظیمی لڑیوں میں پرو کے اکٹھا کیا اور اس ذریعہ سے ہمیں ایک مٹھی کی مانند بنایا۔ ہر تنظیم کے ذمہ ان کی عمر کے لحاظ سے جو فرائض سونپے ان کی ادائیگی کے لئے اللہ اور اسکے رسول کو گواہ ٹھہرا کر ادا کرنے کا عہد بھی دیا۔ جس کی بار بار یاد دہانی بھی کروائی جاتی ہے۔ جس سے یقیناً دلوں میں اپنے ذمہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا جذبہ اور روح بیدار رہتی ہے۔ آپ نے الفضل آن لائن کی ادارت سنبھال کر اسے ایک نئی جہت کا اخبار اور بہترین روحانی مائدہ بنایا ہے، وہ قابل تحسین ہے۔ اس فرض کی ادائیگی میں پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعائیں اور راہنمائی تو آپ کے شامل حال رہتی ہے۔ ہم عاجز نالائقوں کی دعاؤں سے بھی آپ وافر حصہ پا رہے ہیں، ماشاء اللہ۔ آپ نے تنظیمی عہد کے بیان کا سلسلہ شروع کر کے قارئین کو عمل پیرا ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اس کے مفید نتائج پیدا فرمائے گا۔ میں اس کاوش کے لئے آپ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

دعا کا تحفہ

پاکیزہ اولاد کے حصول کی دعا

حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کے پاس (جو ان کی کفالت میں تھیں) بے موسم کے پھل دیکھ کر پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے؟ انہوں نے بے ساختہ کہا اللہ کی طرف سے۔ اس پر حضرت زکریاؑ کے دل میں دعا کا سخت جوش پیدا ہوا اور یہ دعا کی جس کی قبولیت کی بشارت دعا کے دوران ہی محراب میں کھڑے ہوئے آپ کو مل گئی اور حضرت یحیٰؑ آپ کو عطا ہوئے۔

(آل عمران:30-38)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

(آل عمران:39)

اے میرے رب! تو مجھے (بھی) اپنی جناب سے پاک اولاد بخش۔ تو یقیناً دعاؤں کو بہت قبول کرنے والا ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 34)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

ڈاکٹر فریحہ خان۔ صدر لجنہ اماء اللہ برطانیہ

خلافت اور ہمارا عہدِ بیعت

تقریر جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء جلسہ گاہ مستورات

آج جلسہ سالانہ یو کے کے اس مبارک موقع پر ہم اپنے پیارے مہدی کے باغ میں جمع ہیں۔ یہاں جس موضوع پر میں آپ سے بات کروں گی وہ نہایت اہم اور وقت کی ضرورت ہے اور وہ ہے ’’خلافت اور ہمارا عہدِ بیعت‘‘۔ اس موضوع پر بات کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ انبیاء کے آنے کا مقصد کیا تھا؟

قرآن کریم میں آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد اس آیت کریمہ میں نہایت خوبصورتی سے بیان ہوا ہے۔ سوۃ الجمعہ کی آیت نمبر 3 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ہُوَالَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ٭ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳﴾

(الجمعہ: 3)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

یہ آیت کریمہ چند الفاظ میں اس عظیم الشان مقصد کو بیان کرتی ہے جس کو ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شان کے ساتھ پورا کیا کہ عرب کی بنجر اور بیابان زمین روحانی اور اخلاق سرسبزی سے تر ہو گئی۔ آپؐ پر دین کامل، ایک کامل کتاب کی صورت میں اترا۔ جس نے لاکھوں روحوں کو پاک کیا۔ ایسا معجزہ انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

خدا تعالیٰ کا کلام اتنا پُر معارف ہے کہ اگلی ہی آیت میں ایک پیشگوئی بھی فرمادی:

وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ

(الجمعہ: 4)

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔

اس آخری زمانہ کی بھی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمادی کہ وہ کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے تو ایک آدمی نے پوچھا ’’یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو صحابہ کا درجہ تو رکھتے ہیں لیکن ان میں ابھی شامل نہیں ہوئے۔‘‘ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس دفعہ کے تین دفعہ سوال دہرانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا۔ یعنی زمین سے اٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ واپس لے آئیں گے۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ پیشگوئی کیسے عالیشان رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود میں پوری ہوئی اور نا صرف آپ کے وجود میں بلکہ آپ کے خلفاء کے وجود میں بھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق ہوئی۔ آپؑ ایک نئی شریعت نہیں لائے بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ آپؑ کے ہاتھوں ہوئی۔ آپؑ نے ہر چیز اپنے آقا و مطاع حضرت محمدؐ سے ہی سیکھی اور وہی دوسروں کو سکھایا۔ آپؑ نے اس جماعت کا قیام خدا کے حکم پر کیا اور اس جماعت میں اور آپؑ کی بیعت میں آنے کے لئے جو شرائط آپؑ نے بیان کی ہیں وہ کیا ہیں؟ وہ شریعت ہی تو ہیں۔ وہ اسلام ہی تو ہیں۔ وہ قرآن ہی تو ہیں۔ وہ حکمت ہی تو ہیں۔ ان پر پورا اتر کر ہی ہم احمدی اپنا تزکیۂ نفس کر سکتے ہیں۔ وہ دس شرائط بیعت ہر احمدی کو ہر وقت پڑھنی چاہئیں۔ چھاپ کر کہیں سامنے لگانی چاہئیں کیونکہ وہ ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہیں جن پر عمل کر کے ہم ایک حقیقی مسلمان بن سکتے ہیں۔ اپنے عہد بیعت کو پورا کر سکتے ہیں اور یہی شرائط بیعت ہیں جن پر ہم خلیفۂ وقت کی بیعت کرتے ہیں۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ بیعت ہے کیا؟ بیعت کا لفظی مطلب ہے بک جانا۔ اگر آپ اس لفظ بیعت کو Google Search میں ڈالیں تو وہ آپ کو اس کا مطلب بتاتا ہے Sold تو جو چیز بک جاتی ہے وہ تو خریدنے والے کے اختیار میں آجاتی ہے۔ بیچنے والے کا تو کوئی حق نہیں رہتا اس کی کوئی مرضی نہیں رہتی۔ اس کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے۔ جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالیٰ سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے۔ وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے، وہ یاد رکھے بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے نہ چھڑا سکے گا۔ اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اُس سے دریافت کرے گا کہ تُو نے میرا پاس کیوں نہیں کیا؟ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ خدا جو ملک السماوات والارض ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ 29-30 ایڈیشن 1984ء)

اس سے پہلے کہ میں یہ بیان کروں کہ خلافت کے ساتھ ہمارا عہد بیعت ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے، یہ تو واضح ہے کہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے عین مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہوئی۔ اس کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں:

’’سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لیے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 305)

پھر ہم نے دیکھا کہ الٰہی وعدوں کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے جماعت کو دوسری قدرت کی نعمت سے نوازا۔ کیا ہی پیارا خدا ہے ہمارا جس نے آنحضرتؐ سے کیے ہوئے وعدوں کو اور آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ سے کیے ہوئے وعدوں کو کس شان سے پورا کیا اور بار بار خلافت احمدیہ کے ہاتھ سے دین کو تمکنت عطا فرمائی۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰۤی اٰلِ مُحَمَّدٍ

اور کیا ہی پیاری یہ نعمت ہے خلافت کی 114 سالہ تاریخ احمدیت اس بات کی گواہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء نے وفا کے وہ اعلیٰ نمونے قائم کیے جس کی مثال موجودہ زمانہ میں اور کوئی نہیں۔ اسلام اور آنحضرتؐ کا جھنڈا دنیا کے کونے کونے میں گاڑا۔ لاکھوں سعید روحیں اسلام احمدیت کی آغوش میں آئیں۔ ہمارے پیارے خلفاء نے اپنے وقت میں اپنا دن رات ہماری تعلیم، تربیت اور اسلام کی اشاعت میں گزار دیا۔ یہاں اس دریا کو کوزے میں بند کرنے کا وقت نہیں۔ لیکن میں اور آپ اگر ہم صرف اپنے اوپر ہی نظر ڈال لیں تو ہم اپنے آپ کو خلافت کے احسانوں تلے دبا ہوا پائیں گے۔ یہ وہ ہاتھ ہے کہ جب ہم ہاتھ اس کی بیعت میں دیتے ہیں تو یہ مٹی کو سونا بنا دیتا ہے۔ اور یہ تجربہ صرف میرا ہی نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں احمدیوں کا تمام دنیا میں ہے۔ یہ وہ ہاتھ ہے جو ہمیں خدا سے جوڑتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر ہم خلیفۂ وقت سے وفا دکھائیں گے تو خدا ہم سے وفا دکھائے گا۔ اور کون ہے جس کو خدا کی دوستی کی حاجت نہیں۔ صرف شیطان ہی ہے جو اس ہاتھ کو دھتکارے گا۔ نعوذ باللہ

خلافت کے ساتھ اس عہد بیعت کو باندھنے کی پہلی شرط اطاعت ہے۔ اطاعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی‘‘

(خطبہ جمعہ 5 دسمبر 2014ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا ہم پر بڑا یہ احسان ہے کہ انہوں نے خلافت کے استحکام کے لیے جماعت کی بہت تربیت کی۔ اس وقت جماعت میں جو فتنہ اٹھ رہا تھا آپؓ نے ایک شاندار جرنیل کی طرح اس کا مقابلہ کیا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

’’کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک مُلّاں بھی کر سکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفے کی ضرورت نہیں اور میں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہ ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔‘‘

(الفرقان خلافت نمبر مئی جون 1986ء صفحہ 28)

لیکن تربیت اور نصائح بھی اسی کو فائدہ دیتے ہیں جو ان سے فائدہ اٹھانے والا ہو اور یہ ہمارے لیے بہت غور اور خوف کا مقام ہے۔ وہ جنہوں نے خلافت ثانیہ کے دور میں خلافت سے انکار کیا وہ بظاہر بڑے لوگ تھے، عالم تھے۔ تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دکھادیا کہ وہ خلافت کے ساتھ ہے۔ اس نے جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں اتنی ترقیات عطا کیں لیکن وہ جنہوں نے خلافت سے اپنا عہد نہیں باندھا وہ بکھر گئے اور کچھ ترقی نہ کر سکے۔

جماعت کی ترقیات کا سلسلہ صرف خلافت ثانیہ کے ساتھ ہی نہیں رہا بلکہ وہی ترقیات خلافت ثالثہ کے دور میں ہمیں نظر آئیں، وہی ترقیات

خلافت رابعہ کے دور میں ہمیں نظر آئیں اور وہی ترقیات ہم خلافتِ خامسہ کے دور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور چونکہ وہ خود بناتا ہے وہ خود اپنے خلیفہ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ خدا اپنے خلیفہ کا ولی ہوتا ہے۔ اس کی روح القدس سے مدد کرتا ہے۔ اس کے ہر فیصلہ میں برکت ڈالتا ہے۔ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو پورا کرتا ہے۔ اس کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ تو کون بیوقوف ہو گا جو اس خدا کی رسی کو چھوڑے۔ جس کو اس نعمت کی قدر نہ ہو وہ یقیناً بہت ہی بد قسمت ہے۔

بعض لوگ اطاعت بالمعروف جیسے خوبصورت حکم کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے توڑمروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اس لیے یہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی بھی وضاحت کر دوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اس کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’ایک اور غلطی ہے وہ اطاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں اطاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی آیا ہے۔ لَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ۔ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمدؐ رسول اللہ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنالی ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 75-76)

انہی معنوں کو بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’نبی نے تمہیں کوئی خلاف شریعت اور خلاف عقل حکم تو نہیں دینا مثلاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے مان لیا ہے تو پنج وقتہ نماز کے عادی بنو۔ جھوٹ چھوڑ دو۔ لوگوں کے حق مارنے چھوڑ دو۔ آپس میں پیارمحبت سے رہو۔ تو یہ سب اطاعت درمعروف کے حکم میں ہی آتا ہے۔ تو یہ کام تو کرو نہ اور کہتے پھرو کہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ آپ جو ہمیں حکم دیں گے کریں گے۔ اسی طرح خلفاء کی طرف بھی سے مختلف وقتوں میں روحانی ترقی کے لئے مختلف تحریکات ہیں۔ جیسے مساجد کو آباد کرنے کے بارے میں، اولاد کی تربیت کے بارے میں، اپنے اندر وسعت حوصلہ پیدا کرنے کے بارے میں، دعوت الی اللہ کے بارے میں یا متفرق مالی تحریکات ہیں۔ تو یہ باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے یا دوسرے لفظوں میں طاعت درمعروف کے زمرے میں آتی ہیں۔ تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلاف احکام الٰہی اور خلاف عقل کام تو نہیں کروانے۔ یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ یا سمندر میں چھلانگ لگا دو۔ انہوں نے تو تمہیں ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی چلانا ہے۔‘‘

(شرائط بیعت اور ہماری ذمہ داریاں صفحہ 177)

خلافت کے ساتھ ہمارا عہد بیعت ہم سے کیا تقاضے کرتا ہے اس کی ایک جھلک تو ہمیں آیت استخلاف میں نظر آتی ہے۔ جہاں ایک طرف یہ آیت خلافت کے ساتھ خدا کے عظیم الشان وعدہ کی طرف اشارہ کرتی ہے وہاں ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۶﴾

(النور: 56)

تم میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’یعنی خلافت قائم رکھنے کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو مضبوط ایمان والے ہوں اور نیک اعمال کر رہے ہوں۔ جب ایسے معیار مومن قائم کر رہے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق خلافت کا نظام جاری رکھے گا۔ نبی کی وفات کے بعد خلیفہ اور ہر خلیفہ کی وفات کے بعد آئندہ خلیفہ کے ذریعہ سے یہ خوف کی حالت امن میں بدلتی چلی جائے گی۔ اور یہی ہم گزشتہ 100سال سے دیکھتے آ رہے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہوں اور دنیا کے لہو ولعب ان کو متاثر کرکے شرک میں مبتلا نہ کر رہے ہوں۔ اگر انہوں نے ناشکری کی، عبادتوں سے غافل ہو گئے، دنیاداری ان کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے زیادہ محبوب ہوگئی تو پھر اس نافرمانی کی وجہ سے وہ اس انعام سے محروم ہو جائیں گے۔ پس فکر کرنی چاہئے تو ان لوگوں کو جو خلافت کے انعام کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ یہ خلیفہ نہیں ہے جو خلافت کے مقام سے گرایا جائے گا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو خلافت کے مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے فاسقوں میں شمار ہوں گے۔ تباہ وہ لوگ ہوں گے جو خلیفہ یا خلافت کے مقام کو نہیں سمجھتے، ہنسی ٹھٹھا کرنے والے ہیں۔ پس یہ وارننگ ہے، تنبیہ ہے ان کو جو اپنے آپ کومسلمان کہتے ہیں یا یہ وارننگ ہے ان کمزور احمدیوں کو جو خلافت کے قیام و استحکام کے حق میں دعائیں کرنے کی بجائے اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کہاں سے کوئی اعتراض تلاش کیا جائے۔‘‘

(خطبات مسرور، خطبہ جمعہ 27 مئی 2005ء صفحہ 310)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر آپ فرماتے ہیں:

’’اِن آیات میں اللہ اور رسول کو ماننے والوں کے لئے اور خلفاء کی بیعت کرنے والوں کے لئے بھی ایک مکمل لائحہ عمل سامنے رکھ دیا ہے۔ اور پہلی بات اور بنیادی بات یہ بیان فرمائی کہ اطاعت کیا چیز ہے اور اس کا حقیقی معیار کیا ہے؟ اطاعت کا معیار یہ نہیں ہے کہ صرف قسمیں کھالو کہ جب موقع آئے گا تو ہم دشمن کے خلاف ہر طرح لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ صرف قسمیں کام نہیں آتیں۔ جب تک ہر معاملے میں کامل اطاعت نہیں دکھاؤ گے حقیقت میں کوئی فائدہ نہیں۔ کامل اطاعت دکھاؤ گے تو تبھی سمجھا جائے گا کہ یہ دعوے کہ ہم ہر طرح سے مرمٹنے کے لئے تیار ہیں حقیقی دعوے ہیں۔ اگر اُن احکامات کی پابندی نہیں اور اُن احکامات پر عمل کرنے کی کوشش نہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے دیئے ہیں تو بسا اوقات بڑے بڑے دعوے بھی غلط ثابت ہوتے ہیں۔ پس اصل چیز اس پہلو سے کامل اطاعت کا عملی اظہار ہے۔ اگر یہ عملی اظہار نہیں اور بظاہر چھوٹے چھوٹے معاملات جو ہیں اُن میں بھی عملی اظہار نہیں تو پھر دعوے فضول ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ کہہ کر یہ واضح فرمادیا کہ انسانوں کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے، ہر مخفی اور ظاہر عمل اُس کے سامنے ہے، اس لئے اُس کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ پس ہمیشہ یہ سامنے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ اور ایک حقیقی مومن کو اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 27 مئی 2011ء)

اسلام ایک دین فطرت ہے اور ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لوگوں کے لئے اترا ہے۔ مغربی ممالک اور اسلام دشمن عناصر، اسلامی تعلیمات پر دقیانوسی ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان کے زیر اثر کچھ مسلمان بھی اس قسم کی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ اب پردہ کے حکم کو ہی لے لیں کہا جاتا ہے کہ ان مغربی ممالک میں تو پردہ کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ آج اس مغربی معاشرہ کی اخلاقی اور معاشرتی حالت پر نظر ڈالیں تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں پردہ کی ضرورت نہیں؟ اب تو اس معاشرہ کی بظاہر آزاد عورت بھی چیخ چیخ کر کہنے لگ گئی ہے کہ ہمیں مرد کے ظلم سے بچاؤ۔ ہمیں علیحدہ اور باحفاظت جگہ دلواؤ۔ اور صرف یہ ہی نہیں اپنے اردگرد نظر ڈالیں تو کیا ہو رہا ہے اس معاشرہ میں؟ جہاں شخصی آزادی کے نام پر، ٹیکنیکی ترقی کے نتیجہ میں اور سب سے بڑھ کر خدا سے دوری اور مذہب سے دوری نے معاشرے میں قیامت برپا کر دی ہے۔ ہر روز ایک نیا دجالی فتنہ، ہر روز ایک نئی اخلاقی گراوٹ۔ آج خلافت احمدیہ ہی ہے جس نے ان تمام غیر اخلاقی طوفانوں سے جماعت کو اپنے حصار میں لیا ہوا ہے۔ سوشل میڈیا ابھی پوری طرح جڑ بھی نہیں پکڑ پایا تھا کہ ہمارے پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بداثرات سے متنبہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اب وہی نقصانات دنیا نے تجربہ کرکے سیکھ لیے ہیں۔ وہی باتیں ان کے دانشور اور ہوشمند لوگ کہہ رہے ہیں۔

اسی طرح دہریہ طاقتوں نے لوگوں کو مذہب سے دور کرنے کے لیے جو چال کھیلی ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ فیملی کی شکل تبدیل کر دی گئی ہے۔ عورت اور مرد کی تعریف بدل دی گئی ہے۔ معاشرہ ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہا ہے۔ اب اتنے بڑے زہر کا اثر ہماری جماعت پر بھی پڑ سکتا ہے اور پڑتا ہے۔ اس حالت میں کون ہے جس نے بار بار ہمیں اس سے محفوظ رہنے کی تلقین کی ہے۔ ہمارے بچوں کے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے جواب دیے ہیں۔ فکر سے بار بار ہماری تربیت کی ہے۔ یہ خلیفۂ وقت ہی ہیں۔

خدا کا فضل اور احسان ہے کہ لجنہ کے کام کے سلسلہ میں مجھے پیارے حضور سے براہ راست راہنمائی ملتی ہے۔ الحمد للہ

میں نے ایسی فراست نہیں دیکھی۔ ایسی ہمدردی اور محبت نہیں دیکھی۔ ہر ایک فرد جماعت کے لیے اس قدر درد اور سب سے بڑھ کر ہماری اگلی نسل کے لیے، ہمارے بچوں کے لیے کہ احمدیت کی اگلی نسل ہیں ان کی تربیت ہو جائے۔ ہمارے پیارے خلیفہ کی دُور رس نظر نہ صرف جماعت کی ترقیات اور حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے تدابیر کرتی ہیں۔ وہاں معاشرے کے خطرات اور دجّالی قوتوں سے ہمیں بچانے کے لیے بھی دن رات کوشاں ہیں۔ یہ خلافت کا ہی دائمی سلسلہ ہے جس کی یہ برکات ہیں کہ خلفہ وقت، وقت اور زمانہ کے حساب سے ہماری راہنمائی فرماتے ہیں۔ خلیفہ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہی ہماری اور ہماری نسلوں کی بقا ہے۔ اور یہ بھی خلافت کے ساتھ ہمارے عہد بیعت کی ایک اہم کڑی ہے کہ ہم اپنی اگلی نسلوں کو خلافت کے ساتھ جوڑیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلافت جوبلی کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہم سے جو عہد لیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے جو نظام بھی جاری فرمایا اس کو خلافت کے انعام سے باندھا ہے۔ پس ہمیشہ اس کی قدر کرتے رہیں۔ اس خلافت جوبلی کی تقریب سے ہر احمدی میں جو تبدیلی پیدا ہوئی ہے یہ عارضی تبدیلی نہ ہو، عارضی جوش نہ ہو، بلکہ اس کو ہمیشہ یاد رکھیں اور جگالی کرتے رہیں اور اس کو مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ مَیں نے جو عہد لیا تھا اس عہد کا بھی بڑا اثر ہوا ہے۔ ہر ایک پر یہ اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ اسے ہمیشہ یاد رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم جو عہد کرواسے پورا کرو کیونکہ تمہارے عہدوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 30 مئی 2008ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور ہماری اولاد در اولاد کو خلافت کے ساتھ اپنا عہد بیعت ہمیشہ اور ہر حال میں، تنگی میں بھی اور خوشحالی میں بھی نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین

محمد عمر تماپوری۔ انڈیا

خطوط طاہرؒ اور اسیران راہ مولا

اپریل 1984ء کو مملکت اسلامیہ پاکستان نے رسوائے زمانہ آرڈیننس جاری کیا تھا جس کی رو سے پاکستان میں رہنے والے تمام احمدیوں کی روزمرہ کی زندگی اجیرن ہوگئی۔خود ساختہ قانون کی رو سے محض اس لئے مجرم گردانے گئے وہ عین اسلامی شعائر کے پابند ہیں۔ مگر بدنام زمانہ قانون کی نظر میں کلمہ طیبہ کا اقرار کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا،اذانیں دینا، نمازیں پڑھنا، مساجد کو ذکر الٰہی سے آباد کرنا اسلامی اصطلاحات کو روز کا معمول بنالینا اور اسلامی شعائر میں رنگین ہونا یہ سب کچھ اسلامی مملکت پاکستان کے نزدیک سنگین جرم ہی نہیں بلکہ بمنزلہ سزا بھی ہے۔اس نام نہاد آرڈیننس کے بعد احمدیہ جماعت جن حالات سے گزر رہی ہے اور جو خوفناک ماحول اور واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ وہ احمدیت کا ایک اہم اور درد ناک باب ہے۔سُن کر اور پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بدن لرز جاتا ہے۔ اس دور آزمائش میں احمدیہ جماعت پرطرح طرح کی پابندیاں، قانونی گرفت، شہادتیں، قتل وغارت، لوٹ مار، سوشل بائیکاٹ، عدلیہ اور حکومت کی جانب سے امتیازی سلوک اور ہزاروں احمدیوں کو فرضی مقدمات میں ملوث کرنا، معصوم اور بے گناہ احمدیوں کو سالہا سال سے سلاخوں کے پیچھے قید کرنا وغیرہ مظالم ہیں۔

گزشتہ قریباً چالیس برسوں سے احمدیوں کو بار بار اس بات کا تجربہ ہوتا رہا ہے کہ وہ ظلم کی چکی میں پستے رہے۔کوئی اورقوم کوئی اورفرقہ ہوتا تو اب تک سرنگوں اور زمین بوس ہوچکا ہوتا۔یہ احمدیوں کا حوصلہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل ایمان اور بھروسہ ہے۔خلیفۃ المسیح اور اکناف عالم میں بسے احمدیوں کی شب و روز کی دعاؤں پر کامل یقین ہے۔اُنہوں نے ہمت نہیں ہاری۔حوصلہ کو ٹوٹنے نہیں دیا۔غیرت کا سودہ نہیں کیا۔ضمیر بیچنے پر راضی نہیں ہوئے۔ ایمان کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ثابت قدم رہے۔ اپنی قدروں سے کوئی مفاہمت نہیں کی۔ قید و بند کی سازشوں کی پرواہ نہیں کی۔صبرو رضاء کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے۔ثم استقاموا کا عملی مظاہرہ کیا۔احمدیت حقیقی اسلام پر ڈٹے رہے۔شکنجہ کو کس طرح کسا گیا اس کی دُکھ بھری اورلرزہ خیر داستان آپ کے سامنے آچکی ہے اور اب تک آرہی ہے۔

اے پاکستان میں بسے شمع احمدیت کے پروانو! تم پر ہزاروں لاکھوں سلام، کرّہ ارض کے تمام احمدی تم کوسلوٹ کرتے ہیں۔تم پر فخر اور ناز کرتے ہیں۔تم نے احمدیت کے پودے کو خون جگر سے سینچا ہے۔کڑی سے کڑی گھڑی میں بھی تمہارے پائے استقلال میں لغزش تک نہیں آئی۔ کرّہ ارض کے چپہ چپہ پر بسنے والا ہر احمدی تم پر نازاں ہے۔تم نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔وہ احمدیت کی تاریخ مکمل نہیں ہوگی جس میں آپ کی بے مثال قربانیوں کا ذکر نہ ہوگا۔اس دردناک باب کے کئی پہلو ہیں۔جن میں سے ایک نمایاں پہلو جس کا تعلق نفس مضمون اسیران راہ مولا کے نام خطوط طاہرؒ سے ہے تذکرہ مقصود ہے۔

جب بھی حضورؒ کے سامنے اسیران راہ مولا کا ذکر ہوتا تو ضبط وتحمل کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے۔آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔عالمی سطح پر بسنے والے تمام احمدی اس بات پر گواہ ہیں کہ کس قدر درد اور کرب کے ساتھ حضورؒ نے اسیران راہ مولا کے لئے دعائیں کیں اور ساری جماعت کو دعائیں کرنے کی تلقین فرمائی۔اور اپنے خطبات جمعہ میں مخصوص ذکر فرمایا۔اور ان کی باعزت رہائی کے لئے تدابیر اختیار کیں۔ اور اُن کے نام جو خطوط تحریر فرمائے وہ دل دہلادینے والے ہیں۔آپ کے خط کا ایک ایک لفظ ایک ایک حرف دلی جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ایک طرف اس دور آزمائش میں احمدیہ جماعت نے بے پناہ قربانیاں پیش کرنے کی سعادت پائی وہیں پر دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے بھی بے شمار فضلوں، برکتوں اور ترقیوں سے بھی جماعت کو نوازا۔گویا یہ دور آزمائش بھی اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم انعام بن کر جماعت پر سایہ فگن ہے۔ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

مکرم محمد نثار راجہ صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماہیں:

’’بعض دفعہ دل سے ایسے درد کے ساتھ دعا نکلتی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ رحمت باری اسے ٹھکرا سکے گی۔لیکن وہ حکمت کُل ہے اور ہم ناداں جاہل بندے وہ ہماری فلاح اور بہبود کو ہم سے بہتر سمجھتا ہے اگر اسلام کے احیائے نو کے لئے وہ ہم ناکارہ بندوں کو قربانی کی سعادت بخشنا چاہتا ہے تو ہم بسرو چشم حاضر ہیں لیکن بڑے خوش نصیب وہ جنہیں اس کی نظر عنایت پھولوں کی طرح چُن لے لیکن ان بے کسوں کا کیا حال ہوگا جن کے دل کے نصیبے میں اپنی محرومی کا احساس اور اپنے پیاروں کی یادوں کے کانٹے رہ جائیں۔ جب یہ باتیں سوچتا ہوں تو دل سے بڑی بے قرار آواز اُٹھتی ہے کہ اے حکمت بالغہ اور عقل کُل کے مالک تو قدرت کاملہ کا بھی تو مالک ہے۔ ہم پر رحم فرما اور ہمیں دُکھ کی ہر آزمائش سے نجات بخش اور دُنیا اور آخرت کی حسنات سے نواز اور اپنے پیاروں کے دُکھ میں مبتلاء نہ فرما اے ارحم الراحمین رحم فرما،اے ارحم الراحمین رحم فرما۔‘‘

(خط مورخہ 3مارچ 1985ء)

مکرم چوہدری اسحٰق صاحب مرحوم کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’میری فکر میں آپ کا رونا اور بے قراری میرے دل پر قیامت ڈھاگئے۔ مجھے تو بعض دفعہ لگتا ہے کہ میرا جسم آزاد مگر اسیران راہ مولا کے ساتھ قید میں رہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں کہاں کہاں رہتا ہوں۔‘‘

(خط مورخہ 25 ستمبر 1985ء)

مکرم محمد الیاس منیر صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’آپ کو صرف یہ بتانے کے لئے دو حروف لکھ رہا ہوں کہ آپ کے دوریوسفی میں ایک دن بھی مجھے ایسا یاد نہیں کہ آپ یاد نہ آئے ہوں۔ بارہا آستانہ الوہیت پر اس گداز دعا سے میرا دل پگھل پگھل کر بہا ہے کہ اے میرے پیارے رب مجھے جلد تر اپنے پیاروں کی رہائی دکھا کر اس جان گسل

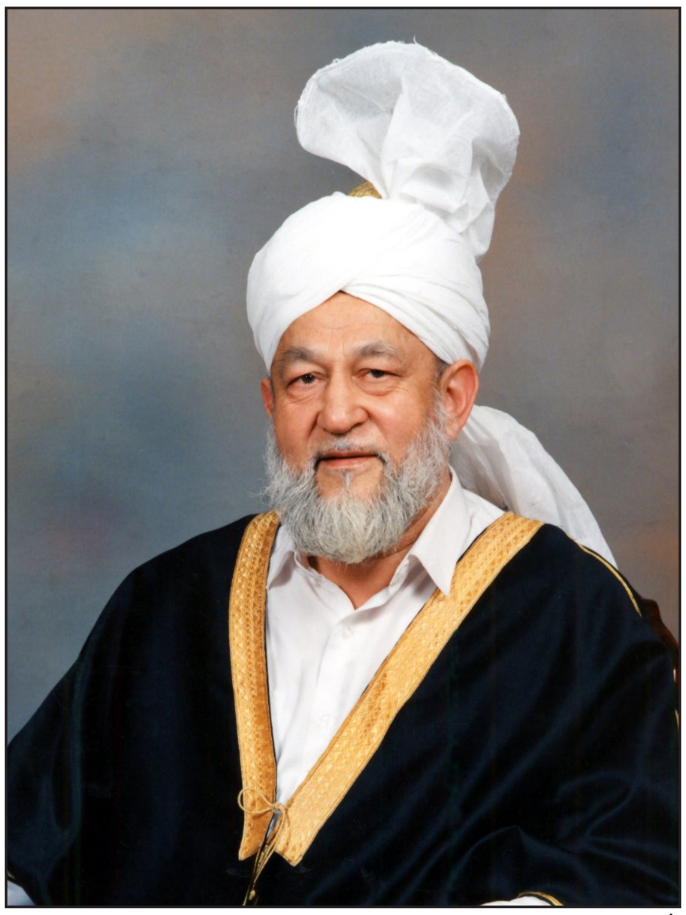

غم سے رہائی بخش جس نے مجھے یرغمال بنا رکھا ہے اور جو میری آزادی کی خوشی میں ایسی تلخی گھولتا ہے کہ یہ آزادی جرم دکھائی دینے لگتی ہے۔‘‘

(خط 15جون 1992ء)

آپ ہی کے نام ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’بارہا تمہیں اور تمہارے اسیر ساتھیوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا مگر وفور جذبات کے سامنے کچھ پیش نہیں گئی۔ اللہ کی تقدیر اسلام کے احیائے نو کی خاطر ہم سے جو قربانی لینا چاہتی ہے ہم حاضر ہیں۔ وہی ہے جو ہمیں ہمت اور صبر اور ثبات قدم بھی عطا فرمائے گا۔لیکن میرا دل دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت اپنے پیاروں کا دکھ میرے لئے ناقابل بیان اذیت کا موجب بنتا ہے۔‘‘

(خط 3دسمبر 1984ء)

مزید ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’میرے پیارے رب کی جو تقدیر بھی تمہارے حق میں جاری ہو وہ فضل ہی فضل اور رحمت ہی رحمت ہے۔ مگر میرا بھکاری دل اس سے دونوں جہاں کی حسنات مانگ رہا ہے۔ یہ عارضی زندگی بھی مانگ رہا ہے۔اور وہ لافانی زندگی بھی اپنے مولا کی شان کے نثار اس کے قدموں میں ایسے ایسے گنہگار اور پاگل دل بھی پڑے ہیں اور وہ انہیں ٹھکرا نہیں رہا۔‘‘

(خط 31مئی 1986ء)

مکرم پروفیسر ناصر قریشی مرحوم کے نام خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’آپ کے بند غم نے تو ہزاروں کو اسیر بنا رکھا ہے۔ بہت ہیں کہ آپ کی اسیری کا خیال ان کی خوشیوں سے زکوۃ لیتا ہے اور اپنی آزادی انہیں جرم دکھائی دینے لگتی ہے۔ان مجبوریوں کو فراموشی کا دوش تو نہ دیں۔‘‘

(خط 26جنوری 1991ء)

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اپنے دل کی کیفیت مزید کچھ نہیں لکھتا کہ تم بے چین نہ ہوجاؤ کیا تمہیں علم نہیں کہ کروڑوں احمدیوں کی دلوں کا چین تم چند مظلوم احمدیوں کے دلوں سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔‘‘

(خط 1مئی 1986ء)

پھر ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’’دنیا والوں کی تو زندگی بھی موت اور موت بھی موت ہوتی

ہے۔مگر میرے خوش نصیب اسد اللہ الغالب تمہاری تو زندگی بھی زندگی اور موت بھی زندگی ہے۔تم خاک بسر تھے۔میرے مولا کی رضا نے تمہیں عرش نشین بنادیا۔مسیح کی غلامی میں تم بھی زمین کے کناروں تک شہرت پاگئے۔آج ایک کروڑ احمدیوں کے دھڑکتے ہوئے دل تمہیں دعائیں دے رہے ہیں اور دو کروڑ نمناک آنکھیں تم پر محبت اور رشک کے موتی نچھاور کر رہی ہیں۔میرا دل بھی ان دلوں میں شامل ہے۔میری آنکھیں بھی ان آنکھوں میں گھل مل گئیں ہیں۔''

(خط 31 مئی 1986ء)

مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں:

''بہت دعا کریں میرا اور خدا کی اس پیاری جماعت کا سر ہر ابتلاء میں بلند رہے اور کبھی غیر اللہ کے سامنے نہ جھکے۔خدا حافظ۔''

(خط 19 فروری 1986ء)

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے پیارے عزیزم محمد الیاس منیر اور نعیم الدین تک میرے دل کا حال پہنچادیں اور بتادیں کہ یہ چار دن کی زندگی تو بہت سخت ناقابل اعتبار ہے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیسے انجام کو پہنچتی ہے۔ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ ہم سے اتنی جلد جُدا ہوں مگر مرضی مولا اگر یہی ہے تو واہ خوش نصیبو! جو رضائے باری تعالیٰ کی لافانی زندگی پانے والے ہو اور آسمان احمدیت کے درخشندہ ستارے بن کر چمکنے والے ہو اور جو تاریخ احمدیت میں ہمیشہ محبت اور عظمت اور پیار اور احترام کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے۔دم واپسی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی فتح اور غلبہ کی دُعا کرنا اور اس عاجز ناکارہ انسان کی بخشش کی بھی دعا کرنا۔تم تو ہر امتحان میں کامیاب و کامران ٹھہرے۔اور ہر ابتلاء سے سرخرو ہو کر نکلے۔کاش میری بھی یہ فریاد قبول ہو کہ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ''

(خط 19فروری 1986ء)

سزائے موت سنائے جانے کے بعد مکرم نعیم الدین صاحب کو خط میں لکھا:

''میرے پیارے عزیزم نعیم الدین!

اسیر راہ مولا۔مجاہد احمدیت

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

تم تو ''کال کوٹھری'' کے نہیں ''حجرہ نور'' کے مکین ہو یہ تم نے کیا لکھ دیا۔رضائے باری تعالیٰ کے قیدی تو جس زنداں میں بھی رہیں اُسے بھی بقعہ نور بنادیتے ہیں۔ایک اور بات بھی تم نے اپنے خط میں غلط لکھ دی تم تو لافانی زندگی کے سزاوار ٹھہرائے گئے ہو۔کون ہے جو تمہیں ''سزائے موت'' دے سکے۔وہ تو خود مردہ ہیں۔کبھی مردوں نے بھی زندوں کی شہ رگ پر پنجہ ڈالا ہے۔اگر شہادت تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے تو کسی ماں نے وہ بچہ نہیں جنا جو تمہیں مار سکے۔شہادت کی دائمی زندگی موت کی منزل سے ہو کر نہیں گزرتی۔''

(خط 31مارچ 1986ء)

مکرم پروفیسر ناصر قریشی مرحوم کے نام خط میں لکھا:

''میرے پیارے بھائیو! آپ مجھے بے حد عزیز ہیں اور آپ کا غم ہر لحہ میرے دل میں جان گزیں ہے اگر چہ جانتا ہوں کہ اگر خدا کی تقدیر آپ کو ایک عظیم شہادت کا مرتبہ عطا کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے تو یہ ایک سعادت ہے۔جو قیامت تک آپ کا نام دین و دنیا میں روشن رکھے گی۔اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔اور کوئی نہیں جو آپ کو مار سکے۔قیامت تک آنے والی نسلیں آپ کے ذکر پر روتے ہوئے اور تڑپتے ہوئے آپ کے لئے دعائیں کیا کریں گی اور حسرت کیا کریں گی کہ کاش آپ کی جگہ وہ ہوتے۔میرے اپنے دل کا یہ حال ہے کہ آپ کے گزشتہ خط کو پڑھ کر جس میں اپنی اور اپنے بچوں کی دل گداز حالت کا دردناک بیان تھا۔میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو یہ معلوم کر کے میرا دل حمد اور شکر سے بھر گیا کہ اگر آپ کو بچانے کے لئے مجھے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تو میں بخوشی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتا۔''

(خط 11مارچ 1986ء)

مکرم محمد الیاس منیر صاحب کو خط میں تحریر فرمایا:

''میں جانتا ہوں کہ شہادت اور پھر ایسی عظیم شہادت ایک قابل صد رشک سعادت ہے۔لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ظاہری جان لئے بغیر بھی لازوال زندگی عطا کرسکتا ہے۔وہ مالک ہے اور قادر اور قدیر اور مقتدر ہے۔اسماعیلی قربانی اپنی آن بان اور شان میں اس بناء پر کم تو نہیں ہوگی کہ ''قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا'' کی پُر شوکت آواز نے اسماعیل کی گردن پر چلنے والی چھری کی حرکت سلب کرلی۔پس میرا بھکاری دل اگر مالک کون ومکان سے اپنے پیارے الیاس اور نعیم اور ناصر اور رفیع کے لئے اس دُنیا کی بھیک بھی مانگتا ہے اور آخرت کی بھی تو تعلیم قرآن کے منافی تو نہیں۔ہم تو گداگر ہیں۔راہ مولا کے گداگر جب تک ہمارا آقا آخری تقدیر ظاہر نہیں فرماتا ہم ''رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ'' کی صدا بلند کرتے رہیں گے۔اور جب وہ تقدیر خیر کو ظاہر فرمادے گا تو وہ جس بھیس میں بھی آئے ہم حمد و شکر کے ترانے گاتے ہوئے اس کا خیر مقدم کریں گے مؤمن کا تو کوئی سودا بھی نقصان اور خوف اور حزن کا سودا نہیں۔ہمیں ''لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ'' کی معرفت کا جام لبالب پلایا گیا ہے۔''

(خط 31مارچ 1986ء)

مکرم حاذق رفیق کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ سب بلا قصور پکڑے گئے لیکن اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے بزرگ تر بندوں پر بھی تو اس سے بڑھ کر ناحق مظالم توڑے جاتے رہے ہیں اور سید المعصومین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی معصوم نہیں ہوسکتا۔لیکن سب سے بڑھ کر دکھ آپ کو ہی دیئے گئے۔پس جہاں ایک طرف آپ سخت مظلوم ہیں اور دردناک مصائب کا شکار ہیں وہاں خوش نصیب بھی تو اتنے ہیں کہ لاکھوں آزادیاں آپ کی اس قید پر نثار آپ تو اُن خوش نصیبوں میں جا ملے جن پر ہمیشہ خدا تعالیٰ انعام فرماتا رہا۔''

(خط 24دسمبر 1984ء)

مکرم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ تاریخ احمدیت ان کے بیٹے کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:

''شیر پنجرے میں بھی شیر ہی رہتا ہے اور زنداں میں یوسف کی بوئے یوسفی نہیں جاتی۔اللہ کے شیروں سے ملنے جاؤ تو میرا محبت بھرا سلام اور پیار دینا۔یہ شیر عصائے موسیٰ کی صفات بھی رکھتے ہیں۔صاحب عصا کو ان کی طرف سے کوئی خوف نہیں۔یہ شیر وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ کا پرتو بھی ہیں۔ان کے جلال کا چہرہ صرف حملہ آور دشمن کی طرف کھلتا ہے جبکہ اپنوں کے لئے رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ ہو کر اپنے جمال کی نرم چاندنی ان پر نچھاور کرتے ہیں۔سلاخوں سے چار بازو تو جا ہی سکتے ہوں گے۔دلوں کی راہ میں تو کوئی آہنی دیوار بھی حائل نہیں ہوسکتی۔بس بن پڑے تو سلاخوں میں سے گلے لگا کر دل سے دل ملا کر میرا محبت بھرا سلام اور پیار بھرا عید مبارک کا تحفہ پیش کرنا۔پھر اس چہرہ کی کیفیت لکھنے کی کوشش نہ کرنا۔میں اس وقت بھی تمہارے ابا کا کھلا ہوا چہرہ دیکھ رہا ہوں اور اُن کی خوشیوں کی چاندنی میری آنکھوں کی شبنم بن رہی ہے۔خدا حافظ۔''

مکرم پروفیسر ناصر قریشی مرحوم کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے پیارے عزیزم ناصر! آپ جانتے ہی ہیں کہ محبت جب عقل اور ذہن کو مغلوب کر لیتی ہے تو ایک پختہ کار انسان بھی بچوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔یہی حال میرا ہوا۔جب میں نے آپ کا زندگی کی کوٹھری سے لکھا ہوا خط دیکھا بے اختیار اسے چوما۔اس کی پیشانی کے بوسے لئے اور اسے سر آنکھوں سے لگا کر ایک عجیب روحانی تسکین حاصل کی۔اور یہ دعا کی کہ اللہ میرے پیارے ناصر اور رفیع کی قربانیوں کو قبول فرما۔اور انہیں موت کی تنگ راہ سے گزارے بغیر ابد الاباد کی زندگی عطا فرما اور اسی دنیا میں انہیں اہل بقاء میں شمار فرمالے اور مجھے یہ خیر کی بھیک عطا کر کہ میں انہیں اپنے سینے سے لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دوں اور اپنے دل کی پیاس بجھاؤں۔''

(خط 31مارچ 1986ء)

مکرم نثار احمد کو ایک خط میں تحریر فرمایا:

''آپ کا جیل سے لکھا ہوا محبت بھرا پُر خلوص خط اس وقت میرے سامنے ہے۔اور وفور جزذات سے آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں۔یوں تو ہر دم آپ بھائیوں کا خیال دل میں پھانس کی طرح اٹکا رہتا ہے مگر جب کسی کے خط میں آپ کا ذکر آئے یا اسیر راہ مولا کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملے تو دل میں ایک تلاطم برپا ہوجاتا ہے۔''

(خط 3مارچ 1985ء)

مکرم محمد الیاس منیر کے نام ایک خط میں لکھا:

''راہ مولا کے اسیروں کے خطوط میرے دل پر اتنا گہرا اثر کرتے ہیں کہ جواب دینا مشکل ہوجاتا ہے میرا دل آپ سب کے لئے بہت زخمی ہے۔اور جان کو فکر لگا رہتا ہے۔آپ کے مجبور غمزدہ ترساں عزیزوں کے خیال سے اور بھی زیادہ غمناک ہوجاتا ہوں اور آپ سب کے لئے اور آپ کے سب عزیزوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔اللہ مجھے آپ کی طرف سے کوئی مزید صدمہ نہ دکھائے اور پہلے غموں کو بھی اسی طرح زائل فرمادے گویا وہ کبھی نہ تھے۔اللہ ہر آن آپ پر اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں برساتا رہے۔اور آپ کے کانوں میں ''نہ ڈر قریب ہوں میں'' کی پیار بھری سرگوشیوں کے رس گھولتا رہے۔''

(خط 6جنوری 1984ء)

مکرم رانا نعمت صاحب اور اسیر راہ مولا ضلع ہزارہ کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''مرزا صاحب کا خط پڑھتے پڑھتے دل پر جو گزری وہ ناقابل بیان ہے کہ ایک طرف رب کریم کہ اس احسان عظیم پر دل میں حمد و شکر کے جذبات تلاطم برپا کرنے لگے۔دوسری طرف آپ کی تکالیف کا احساس میرے دل پر درد کے برچھے چلانے لگا۔اپنے مولا کے حضور بہت تڑپنے اور بہت دعائیں کرنے کی توفیق ملی۔بہت ہی دل چاہا کہ راہ مولا میں دکھ

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

اُٹھانے والوں کو ان میں سے ایک ایک کو گلے لگا کر ان کی پیشانیوں پر للّٰہی محبت کے بوسے دوں اور میری آنکھیں ان کے دیدار سے خیرہ ہوں۔''

(خط 8 نومبر 1984ء)

مکرم تنویر احمد صاحب قریشی ابن مکرم ناصر احمد صاحب قریشی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے پیارو! میرے دل کی کیفیت ناقابل بیان ہے مجھ میں طاقت نہیں کہ تم میں سے ہر ایک کو الگ الگ خط لکھوں اور وہ سب کچھ بیان کروں جو میرے دل پر گزر رہی ہے جیسے تپتے ہوئے لوہے پر گرا ہوا پانی کا ایک قطرہ ایک عجیب آواز پیدا کرتا اور بھاپ بن کر اُڑ جاتا ہے۔ آپ کی اور دوسرے راہ مولا میں دُکھ اُٹھانے والوں کی ہر یاد میرے دل سے غبار بن کر اُٹھتی ہے۔''

(خط 11 مارچ 1986ء)

ایک خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 1987ء میں بیان فرمایا:

''ان کو دعاؤں میں یاد رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اُن کے ذکر کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اپنی محافل میں بھی اپنے دیگر مشاغل میں بھی ذکر کے ذریعہ ان کو زندہ رکھیں اور دعاؤں کے ذریعہ اُن کی مدد کرتے رہیں کیونکہ وہ ہم سب کا فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ ہم سب کا بوجھ اُٹھا رہے ہیں۔ اللہ ان کی مدد فرمائے اور ان کی مشکلات کو جلد تر دور فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کا بھی حافظ و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔''

(خط 14 مارچ 1986ء)

ایک اور خطبہ جمعہ میں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ہم تو اُس صاحب جبروت خدا کو جانتے ہیں کسی اور کی خدائی کے قائل نہیں۔ اس لئے احمدیوں کا سر ان ظالمانہ سزاؤں کے نتیجہ میں جھکے گا نہیں بلکہ اور بلند ہوگا یہاں تک کہ خدائی غیرت یہ فیصلہ کرے گی کہ دُنیا میں سب سے زیادہ سر بلندی احمدی کے سر کو نصیب ہوگی کیونکہ یہی وہ سر ہے جو خدا کے حضور سب سے زیادہ عاجزانہ طور پر جھکنے والا سر ہے۔''

(رجسٹر غیر مطبوعہ خطبات 1986ء مرتبہ مکرم نصیر احمد قمر صاحب)

مکرم محمد الیاس منیر صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:

''کبھی کسی نے موت کی سزا پانے والوں کو بھی ''ٹافیوں'' کا تحفہ بھجوایا ہے؟ یہ تو دیوانہ پن ہے مگر وہ جو زندگی کی بقعہ نور کوٹھری میں مقید ابدی زندگی کے سزاوار ٹھہرائے گئے ہیں۔ میں انہیں کیوں خوبصورت ٹافیوں کا تحفہ بھیج کر اس عزم اور یقین کا اظہار نہ کروں کہ تم موت کے لئے نہیں ہمیشہ کی زندگی کے لئے چنے گئے ہو۔''

(خط 3 مئی 1986ء)

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ اور عزیزم نعیم الدین کے خطوط موصول ہوئے یہاں پر فضلوں کی بارشیں ہو رہی ہیں ان میں آپ کی قربانیوں کا بڑا دخل ہے۔ یہ بالواسطہ پھل ہے۔ آپ لوگوں کی جو عمر عزیز ہے ہرگز اس کا لمحہ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو اجر عطا فرمائے گا وہ لامتناہی ہوں گے۔ اس کے مقابل پر یہ تکلیف کچھ بھی نہیں ہوگی۔''

(خط 11 نومبر 1986ء)

مکرمہ ناصرہ پروین صاحبہ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:

''آپ نے اپنے بھائی عزیزم الیاس کے بارے میں جن پُر خلوص جذبات کا اظہار کیا ہے خدا اُن کو جلد پورا فرمائے اور ایسی صورت نکل آئے کہ آپ سب کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اب تو مجھے بھی اپنے یوسف کی تھوڑی تھوڑی خوشبو آنے لگی ہے اور اب اس کی رہائی کا وقت قریب آرہا ہے۔ خدا ایسا ہی کرے۔''

(خط 26 فروری 1993ء)

مکرم محمد الیاس منیر صاحب کی اہلیہ کے نام خط میں تحریر فرمایا:

''اُس دن تم سے اچانک فون پر بات کر کے بہت خوشی ہوئی... ہم سب تمہاری خوشیاں اپنے دلوں میں بسائے مزے کر رہے ہیں۔ ایک نشہ کی سی کیفیت طاری ہے۔ وہ دس سال افسانہ ہو گئے۔ جب غموں کو سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ فون کے ذریعہ تمہارے گھر لگنے والی مجالس میں شریک ہو کر یوں لگتا تھا کہ میں بھی وہیں تم سب کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوں۔ لیکن اس طرح کہ تم میں سے کسی کو بھی اُٹھنے کی تکلیف نہیں دی۔''

ضروری نوٹ: اب جو بیٹا پیدا ہوا اُس کا نام رستگار احمد رکھنا ہے۔

(خط 19 مارچ 1994ء)

مکرم محمد الیاس منیر صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:

''آپ نے جن خیالات کا اظہار اپنے خطوط میں کیا ہے بعینہٖ یہی کیفیت ہے۔ انسان کے ہاتھوں انسان کے قید ہونے کی تاریخ میں اور پھر اس کی رہائی میں ایسا واقعہ کہیں نہیں ہوا کہ ساری دُنیا سے لوگوں کو پہلے قید پر غم لگا ہو اور پھر رہائی کی خوشیاں منائی ہوں۔ یہ سب اللہ کا احسان ہے۔''

(خط 8 مئی 1994ء)

ایک سبق آموز بات

تعظیم کی اعلیٰ ترین حالت

کہتے ہیں ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ احترام کے بنا کوئی محبت پائیدار نہیں رہ سکتی۔ محبت کسی سے بھی ہو، ایک عظیم ہستی سے یا پھر اللہ سے، تعظیم و احترام کے بغیر محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی احترام، عقیدت اور تعظیم کی اعلیٰ ترین حالت عبادت ہے جو انسان کا مقصد پیدائش بھی ہے اور معرفت الہام اور خالق سے براہ راست مکالمے کا ذریعہ ہے۔

کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

23 اگست 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:42	18:45
مدینہ منورہ	04:38	18:49
قادیان	04:32	19:04
ربوہ	04:12	18:43
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:32	20:09

فقہی کارنر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام دیئے ہیں بعض اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُن کی بجا آوری ہر ایک کو میسر نہیں ہے۔ مثلاً حج۔ یہ اُس آدمی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو، پھر راستہ میں امن ہو، پیچھے جو متعلقین ہیں اُن کے گزارہ کا بھی معقول انتظام ہو اور اس قسم کی ضروری شرائط پوری ہوں تو حج کر سکتا ہے۔

(الحکم 31 جولائی 1902ء صفحہ 6)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)